امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 8 فبروری 2020ء بمطابق جمادی الثانیہ 1441ھ ق شمارہ 12

قبضے کے خاتمے کا تاریخی معاہدہ
اور افغان قوم کی بڑی فتح

امارت کی شان دار سفارت کاری

دو واقعات، دو فیصلے اور درس عبرت

ہندوستان میں مسلمانوں کے ارتداد کے لیے منظم تحریک

امارت اسلامیہ کی عوام دوست پالیسی

مندروں کی تعمیر
اور مساجد کی تباہی

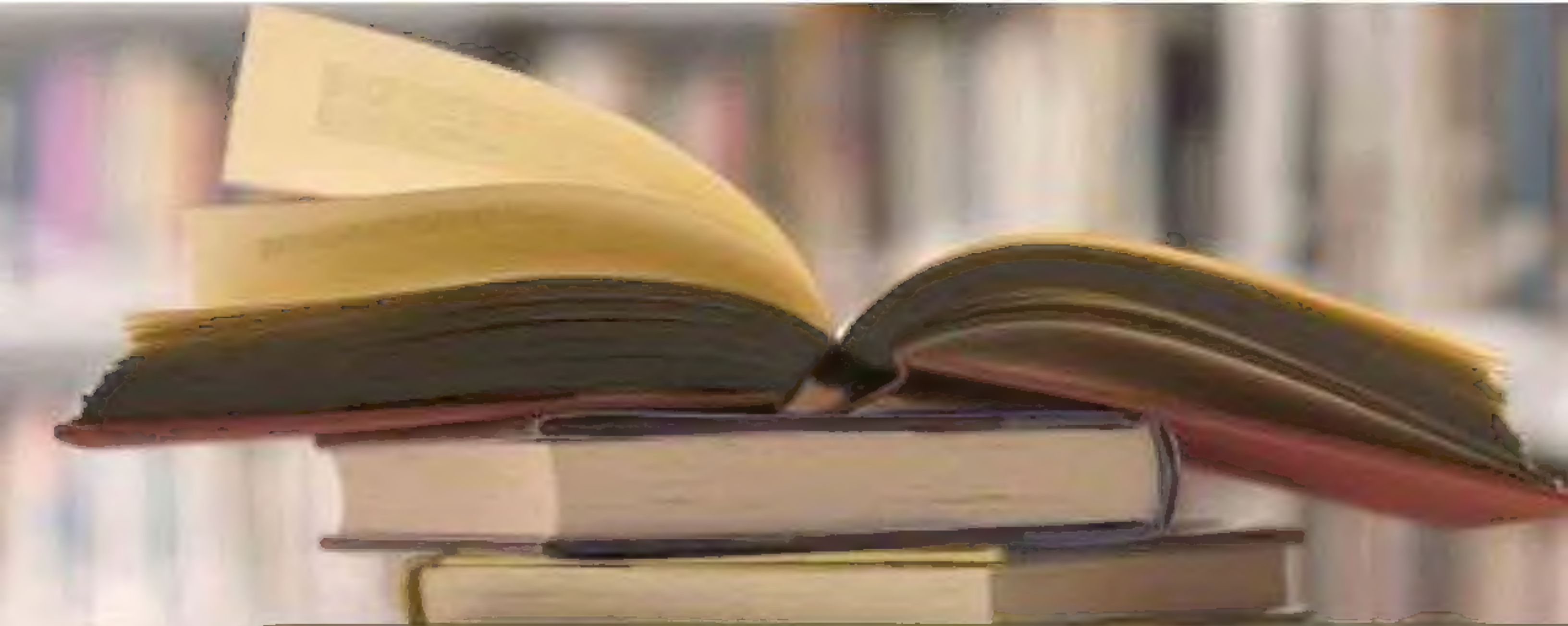

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى: "أَتَدْرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا ؟"قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: "فَإِنَّ هَذَا يَوْمٌ حَرَامٌ، أَفَتَدْرُونَ أَيُّ بَلَدٍ هَذَا ؟"قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: "بَلَدٌ حَرَامٌ، أَتَدْرُونَ أَيُّ شَهْرٍ هَذَا ؟"قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: "شَهْرٌ حَرَامٌ"، قَالَ: "فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا."

مجھ سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو عاصم بن محمد بن زید نے خبر دی، انہوں نے کہا مجھے میرے والد اور ان سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) حجۃ الوداع (کے موقع پر منیٰ میں فرمایا تم جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ صحابہ بولے اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا یہ حرمت والا دن ہے) پھر فرمایا (تم جانتے ہو یہ کون سا شہر ہے؟ صحابہ بولے اللہ اور اس رسول کو زیادہ علم ہے، فرمایا یہ حرمت والا شہر ہے۔) پھر فرمایا (تم جانتے ہو یہ کون سا مہینہ ہے؟ صحابہ بولے اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، فرمایا یہی حرمت والا مہینہ ہے۔ پھر فرمایا بلاشبہ اللہ نے تم پر تمہارا) ایک دوسرے کا (خون، مال اور عزت اسی طرح حرام کیا ہے جیسے اس دن کو اس نے تمہارے اس مہینہ میں اور تمہارے اس شہر میں حرمت والا بنایا ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۸/فروری ۲۰۲۰/جمادی الثانیہ ۱۴۴۱/شمارہ ۱۱

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 50 روپے

سالانہ 500 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

قبضے کے خاتمے کا تاریخی معاہدہ اور افغان قوم کی بڑی فتح — 2

امریکہ طالبان امن معاہدہ۔ منظر اور پس منظر — 3

مندروں کی تعمیر اور مساجد کی تباہی — 6

دوحہ معاہدے کے اہم نکات — 8

دو واقعات، دو فیصلے اور درس عبرت — 11

امن کی راہ میں رکاوٹ کون؟ — 14

ایک تاریخی دن کی یادگار — 16

امارت اسلامیہ کے قیام کی ضرورت — 18

امارت اسلامیہ کی عوام دوست پالیسی — 19

دوحہ معاہدہ اور صلح حدیبیہ — 21

امارت کی شان دار سفارت کاری — 23

تہ درتہ زمین سے فلک شگاف بلندی تک — 25

ہندوستان میں مسلمانوں کے ارتداد کے لیے منظم تحریک — 27

سراج الدین حقانی کی تحریر کے اہم نکات — 29

قیادت پر غیر متزلزل اعتماد — 30

شیراٹن ہوٹل تک کا کٹھن راستہ — 32

دوحہ معاہدہ؛ نئے مرحلے کا آغاز — 33

فلسطین کے مرحلہ وار تاریخی موڑ — 35

فلسطین کے لیے ٹرمپ کی نئی پالیسی اور اسلامی دنیا کا کمزور موقف — 38

جنگی جرائم جنوری 2020 — 41

افغانستان جنوری 2020 میں — 42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1

Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine

Web: www.alemarahurdu.com

E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

WhatsApp: 0093708638285

قبضے کے خاتمے کا تاریخی معاہدہ اور افغان قوم کی بڑی فتح

بڑی خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ قریباً ڈیڑھ برس پر مشتمل طویل مذاکرات کامیاب ہوئے اور طویل انتظار کے بعد دوحہ میں ملا برادر اور زلمی خلیل زاد کے درمیان امریکی قبضہ اختتام کے معاہدہ پر دستخط کئے گئے۔

امریکہ کے نام سے دنیا کی وہ بڑی طاقت جس نے پورے خطے پر دائمی قبضہ اور یہاں کے وسائل پر ہاتھ صاف کرنے کے لئے 19 برس قبل افغانستان پر دھاوا بول دیا تھا اور اس ملک کے قانونی حکمران طالبان کو صرف قتل کرنے یا قیدی بنانے کا قابل ہی سمجھا تھا۔

اگرچہ طالبان نے کئی بار مسائل کے حل کے لئے مذاکرات اور بات چیت کی دعوت دی تھی لیکن امریکہ جسے اپنی طاقت پر ناز تھا طالبان کو اس قابل ہی نہیں سمجھا کہ ان کے ساتھ بیٹھ کر مسئلہ کے حل کے لئے چند باتیں کریں۔

لیکن گزشتہ 19 سالہ عظیم جہاد میں افغانوں کی بیش بہا قربانیوں کی برکت سے جب بیرونی افواج اور ان کے کٹھ پتلی شرمناک شکست سے دوچار ہوئے تو اسی مغرور امریکہ نے طالبان کا دروازہ کھٹکھٹایا اور یہاں سے نکلنے کے لئے محفوظ راستے کی بھیک مانگتے ہوئے مذاکرات کی درخواست کردی۔ خوش قسمتی تھی کہ امارت اسلامیہ نے ان کی درخواست قبول کی۔ بلاشک یہ بڑی خوشی کی بات اور قابض قوتوں کے خلاف جاری اس جنگ میں امارت اسلامیہ کی کامیابی کی بہت بڑی دلیل تھی۔

امریکہ کا خیال تھا کہ مذاکرات کے اس میدان میں وہ طالبان پر کامیابی حاصل کرلیں گے، طالبان بہت جلد اپنے مطالبات سے دستبردار ہوکر امریکی مطالبات تسلیم کرلیں گے لیکن ان کی امیدوں کے برعکس طالبان میدان جنگ کی طرح یہاں بھی کامیاب وکامران ٹھہرے، اپنے مطالبات پر ڈٹے رہے اور اپنے اعلیٰ اہداف سے ذرا بھی پیچھے نہیں ہٹے، جس کی وجہ سے یہ مذاکرات نہایت طویل ہوگئے لیکن الحمدللہ ان مذاکرات میں طالبان کے تمام مطالبات تسلیم کرلئے گئے اور 29 فروری 2020 کو افغانستان پر بیرونی قبضہ ختم کرنے کا معاہدہ ہوا۔ یہ ہمارے لئے بڑی فتح ہے، تاریخ میں امریکہ کے خلاف کسی نے اتنی بڑی کامیابی حاصل نہیں کی ہوگی۔

ہمیں علم ہے کہ ہماری یہ فتح میدان جہاد میں فتح پانے کا نتیجہ ہے، ہماری اصل فتح میدان جنگ میں ملنے والی فتح ہے جو اللہ تعالی نے ہمیں اس 19 سالہ جہاد میں بڑی قربانیوں کی برکت سے عطافرمائی ہے۔ کیونکہ ہماری مالی حالت اور جنگی وسائل اس قابل نہیں تھے کہ امریکی کی قیادت میں 48 ممالک کے جنگی اتحاد کا مقابلہ کرسکیں۔ ہمارا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ دشمن کو ہم نے نہیں بلکہ ہمارے رب ذوالجلال نے شکست دی ہے، اور ہم اپنے رب کی اس نعمت کا کماحقہ شکرادا کرنے سے قاصر ہیں، ہمارے ہر پروگرام، اجتماعات تشکر، ہر سٹیج اور ہر قائد کی جانب سے یہ تاکید کی جارہی ہے کہ اپنی طرف بڑی بڑی نسبتوں، بڑی باتوں اور غرور سے خود کو بچائیں۔

دنیا کے اکثر حکمران اپنی حکومت اور مادی فوائد کی بقا امریکی غلامی میں دیکھتے ہیں اسی لئے بڑی خوشی کے ساتھ امریکی غلامی کو قبول کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان سے کسی بھی قسم ایسی حرکت یا بات کا تصور نہیں کیا جاسکتا جو امریکی ناراضی کا سبب بنے۔ لیکن صد آفرین ہے امارت اسلامیہ کے مجاہدین، قائدین اور رہنماؤں پر کہ جس طرح انہوں نے گزشتہ 19 برس سے جاری اس جنگ میں جانی قربانیاں دے کر پوری اسلامی دنیا کو اس اژدہا سے نجات دلادی۔ اسی طرح مذاکرات کے اس میدان میں بھی امریکہ جیسی بڑی طاقت کے سامنے سرنگوں نہیں ہوئے۔

یہ درست ہے کہ امارت اسلامیہ کے قائدین دنیا کی سیاسی عیاری، مکاری اور فریب کاری سے واقف نہیں لیکن اللہ تعالی نے انہیں بڑی سمجھ اور فراست عطافرمائی ہے جس کی وجہ سے ان کا پھینکا گیا ہر تیر نشانے پر ہی لگتا ہے۔ باقی ہم اپنے قائدین سے متعلق یہ نہیں کہتے کہ ان کے پاس علم غیب ہے اور وہ معاہدہ کے نتائج سے باخبر ہیں اور نہ ہی ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہیں معاہدہ کے بعد پیش آنے والے واقعات کی خبر ہے۔

بلکہ ہمارا کہنا ہے کہ عسکری میدان کی طرح ہمارے قائدین نے ڈپلومیسی میں بھی اپنی توانیاں صرف کی ہیں اور اپنی کامیابی کے لئے جو کچھ ان سے ہوسکا ہے کر گزرے ہیں۔ باقی نتائج قائدین کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہیں۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ اللہ تعالی امت مسلمہ کی دعاؤں کی برکت سے اچھے اور بہترین نتائج مرتب فرمائے گا، بیرونی قبضہ ختم اور یہاں ایک سچا اور صاف ستھرا اسلامی نظام قائم ہوگا۔ ان شاءاللہ تعالی۔

امریکہ طالبان امن معاہدہ، منظر اور پس منظر

فیصل احمد بھٹکلی
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

کل مورخہ 4/رجب المرجب 1441ھ مطابق 29/فروری 2020ء کا دن اسلامی تاریخ کا ایک یادگار دن بن گیا، جب غرور کے نشے میں چور وقت کی تنہا سپر پاور حکومت نے چند ہزار بے سروسامان طالبان مجاہدین کو کھلے بندوں ناقابل شکست تسلیم کیا اور ان کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئی۔

یاد کیجیے جب 11/ستمبر 2001ء کو تاریخ کا سب سے خطرناک فراڈ رچا گیا" ورلڈ ٹریڈ سینٹر" کو ہوائی حملے سے گرادیا گیا اور فوراً القاعدہ پر الزام دھرا گیا، اور اسی وقت عالمی یہودی انسانیت کش میڈیا کے ذریعے ڈھنڈورا پیٹا گیا کہ القاعدہ دنیا کی سب سے بڑی دہشت گرد تنظیم ہے، اور افغانستان کی طالبان حکومت اس کی پشت پناہ ہے، اس لیے وہ سب سے بڑی مجرم اور گردن زدنی ہے۔ پھر آناًفاناً یہ سازش رچی گئی اور ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ 7/اکتوبر 2001ء کو رات 9 بجے امریکہ نے کابل پر حملہ کر دیا۔ حملہ امریکہ نے تنہا نہیں کیا تھا بلکہ ساری اتحادی طاغوتی طاقتیں اس کے ساتھ تھیں، اور ابتدائی لشکر ہی میں چالیس سے زیادہ ممالک شانہ بشانہ تھے۔

غور کیجیے کہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور پینٹاگون پر حملہ امریکہ کی اندرونی سازش تھی، جو مسلمانوں اور عالم اسلام کے سلسلے میں اپنی اگلی کارروائیوں کو وجہ جواز بخشنے کے لیے رچی گئی تھی۔ کچھ ہی عرصے میں خود امریکہ فرانس اور یورپ کے دوسرے ممالک میں اس پر ریسرچ کیا گیا اور کئی تحقیقی کتابیں سامنے آئیں، جن میں پوری قوت اور ناقابل انکار دلائل کے ساتھ یہ بات ثابت کی گئی تھی کہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور پینٹاگون پر حملے سے القاعدہ یا کسی مسلم تنظیم یا فرد کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ خود امریکہ نے کروایا اور امریکی حکومت ان دلائل کی نفی نہیں کر سکی؛ لیکن عالمی امریکی مغربی یہودی میڈیا اس تسلسل اور قوت کے ساتھ جھوٹ پر جھوٹ بولتا رہا کہ مغربی دنیا کو تو چھوڑیے مشرقی اقوام اور مسلمان بھی اس کو سچ سمجھنے پر مجبور ہو گئے اور مغربی میڈیا کے زہریلے اثرات سے اپنے کو بچا نہ سکے، اور پوری دنیا کے ذہن میں عموماً یہ بات بیٹھ گئی القاعدہ اور طالبان نمبر ایک دہشت گرد اور امن عالم کے لیے خطرہ ہیں۔ اور سیاسی بازیگروں کی یہ چال کامیاب رہی کہ جھوٹ کا اس کثرت اور قوت کے ساتھ پروپیگنڈا کرو کہ وہ سچ معلوم ہونے لگے۔ اور ایسی دہشت پھیلائی گئی کہ جو حقائق سے واقفیت رکھتے تھے ان کو بھی خاموش رہنے کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہیں آیا۔ اس عرصے میں پاکستان کے متعدد علماء نے افغانستان کا دورہ کیا، اور بعض نے طالبان کی صحیح صورت حال عالم آشکارا کرنے کی کوشش کی خود برطانوی خاتون صحافی یو آنے ریڈلے (Yvonne Ridley) جو 2001ء میں امریکہ کے افغانستان پر حملے کے وقت سفری دستاویزات کی عدم موجودگی کی وجہ سے طالبان کے ہاتھوں گرفتار ہوئی تھی مگر رہائی کے بعد طالبان کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر اس نے اسلام قبول کیا اور In The Hands of Taliban اس کا ترجمہ "طالبان کی قید میں" کے نام سے پاکستان سے شائع ہوا ہے) نامی کتاب لکھ کر طالبان کے مومنانہ اور منصفانہ کردار اور پرامن مزاج سے دنیا کو واقف کرایا اور حقائق پیش کیے؛ لیکن اس کی چشم دید شہادتیں اور مضبوط آواز بھی عالمی میڈیا کی گونج میں صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ حالت یہاں تک پہنچی کہ عالمی اسلام نے یکسر منہ موڑ لیا، اور پڑوسیوں نے بھی رخ پھیر لیا، بلکہ سب کے سب امریکہ کی آواز میں آواز ملا کر طالبان کی شبیہ بگاڑنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے۔ اور ایک ہی راگ الاپنے لگے کہ ایک سر پھرے شخص ملا محمد عمر کی ہٹ دھرمی نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو مصیبتوں اور مشکلات کا شکار کر دیا ہے۔ اور وہ کر بھی کیا سکتے تھے جب امریکہ کو آقا اور خداوند تسلیم کر لیا اور اس کی عظمت اور خوف کو دل میں بسا لیا!!

اس عرصے میں طالبان کو بدنام کرنے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا گیا۔ طالبان کے نام سے نام نہاد دھڑے تشکیل دیئے گئے، دہشت گردانہ

کارروائیوں کو ان کی طرف منسوب کیا گیا، بلکہ ان کو قبولتے اور اعتراف کرتے ہوئے دکھایا گیا۔

ہم نہ طالبان کو معصوم سمجھتے ہیں، اور نہ ان کی وکالت کر رہے ہیں۔ لیکن میڈیا کے ذریعے حقائق چھن چھن کر جو بھی پہنچ جاتے ہیں ان کی روشنی میں ہم ہمیشہ سمجھتے رہے کہ حقیقی طالبان نہایت قابل قدر لوگ ہیں، اللہ سے ڈرنے والے اور شریعت کو سمجھنے والے، سر بکف اور کفن بر دوش مجاہد ہیں۔ انوہں نے افغانستان سے خانہ جنگی کو ختم کر کے ایک پر امن اسلامی نظام قائم کیا تھا، اور وہ جہاد کو صحیح رخ دینے کے لیے کوشاں تھے۔ یہی چیز تھی جس نے مغربی دنیا کی نیندیں اڑا دی تھی پھر وہ سب کچھ کیا گیا جس کو دنیا جانتی ہے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام کے مقدس اور پاکیزہ فریضہ جہاد کو دہشت گردی کا مرادف قرار دیا گیا، اور مسلمانوں کے بارے میں عمومی ذہن اس درجے مسموم کیے گئے کہ مسلمان اور دہشت گرد کو ایک باور کرایا گیا، جس کی سخت ترین مار ہمیں اپنے ملک میں اب تک جھیلنی پڑ رہی ہے۔

بہر حال، طالبان سب سے بے پرواہو کر اپنے کام میں لگے رہے۔ اور اپنی کارروائیوں سے حقیقت اجاگر کرتے اور اپنی افادیت ثابت کرتے رہے، یہاں تک امریکہ کو اپنے نقطہ نظر کی تبدیلی کا اعلان کرنا پڑا، اور طالبان کے سامنے جھکنا پڑا۔ یہ جو کل دوحہ میں امریکہ اور طالبان کے درمیان جنگ بندی اور امن کا معاہدہ ہوا، اس کے پس منظر کو سمجھنے کے لئے چند حقائق پر ہماری نظر ہونی چاہیے :

۱ -امریکہ کو بہت جلد یقین ہو گیا تھا کہ وہ طالبان کو، بالخصوص زمینی جنگ میں کبھی شکست نہیں دے سکتے۔ ان کے متعدد فوجی جنرلوں نے کئی بار اس کا اعتراف کیا۔ اور اپنی حکومت کو متنبہ کرتے رہے۔ لیکن حکومت اپنی طاقت کے نشے میں غرق رہی۔ یہاں تک کہ اس کو یقین ہو گیا کہ اس نے خارزار پر قدم رکھ کر بڑی غلطی کی ہے۔

۲ -افغانستان کی جنگ میں خرچ کرتے کرتے وہ دیوالیہ ہو رہا ہے اور اس کی پونجی ختم ہونے کو ہے۔

۳ -اس کے اور اس کے اتحادیوں کے ہزاروں فوجی اب تک مارے جا چکے ہیں، اس لیے بعض اتحادی الگ ہو گئے تھے اور اپنی فوجیں واپس بلا لی تھیں۔ امریکہ مزید اپنا جانی نقصان برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

۴-افغانستان کے چپے چپے میں گھوم پھر کر اس نے اندازہ لگایا کی افغان عوام طالبان کے علاوہ کسی سے خوش نہیں۔ وہ طالبان ہی کو سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں اور طالبان ہی ان پر کنٹرول کر سکتے ہیں۔

۵ -اتنی سازشوں اور اتنا سب کچھ جھونکنے کے بعد اور بھاری جانی و مالی نقصان کے بعد 19 سالہ طویل عرصے میں امریکہ کو کیا ملا؟ صرف کابل اور گنتی کے چند علاقے!! ورنہ اب بھی افغانستان کے ستر فیصد حصے پر طالبان کی حکومت ہے۔ یہ بعض تجزیہ نگاروں کا تجزیہ ہے، جب کہ اور قریبی ذرائع کے مطابق کابل واطراف کو چھوڑ کر پورے افغانستان پر طالبان کا قبضہ ہے اور امریکہ کے زیر سایہ قائم افغان حکومت بالکل بیبس ہے۔

یہ وہ حقائق ہیں جن کی وجہ سے امریکہ نے باوجود اپنی تمام تر شوکت ،وجاہت، جھلاہٹ اور غراہٹ کے بے سہار یا طالبان سے مذاکرات پر آمادگی ظاہر کی لیکن طالبان نے (جو دنیا میں بالکل تنہا اور الگ تھلگ تھے ان کو کسی کی پشت پناہی حاصل نہیں تھی، اور امریکہ جن کو بالکل خاطر میں نہیں لاتا تھا) جب تک امریکی اور تمام غیر ملکی افواج کے انخلا سمیت اپنی تمام شرائط کی منظوری کا پیشگی اطمینان حاصل نہیں کیا ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ امریکہ کو ان کے مطالبات کے آگے جھکنا پڑا اور ان کی شرطوں کے سامنے سرنگوں ہونا پڑا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کل 29/فروری 2020ء کو دوحہ میں امریکہ اور طالبان کے درمیان تاریخ ساز امن معاہدے پر دستخط ہوئے، جس میں پچاس کے قریب ممالک کے وزرائے خارجہ اور نمایندوں نے شرکت کی، معاہدے کی تفصیلات کے لیے مستقل مضمون کی ضرورت ہے۔

اہم اور بنیادی نقطہ یہ ہے کہ امریکہ 14 مہینے کے اندر امریکی اور تمام غیر ملکی افواج کو افغانستان کی سرزمین سے نکالنے کا پابند ہو گا۔ طالبان بلکہ افغانستان کے تمام سیاسی قیدیوں کو دس مارچ تک رہا کیا جائے گا۔ امریکہ کی بوکھلاہٹ کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ معاہدے میں یہ بات بھی طے کی گئی کہ افغانستان کی امارت اسلامیہ یعنی طالبان اس کا اطمینان دلائے کہ رہا کیے جانے والے تمام قیدی معاہدے کی تمام شقوں کے پابند ہوں گے اور طالبان اس کی ضمانت لے کہ وہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے لیے خطرے کا باعث نہیں

ہیں س گی اور اپنی سرزمین کو کسی بھی طرح امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف استعمال نہیں کریں گے۔

نیز ایک شرط یہ بھی ہے کہ طالبان کو بلیک لسٹ سے ختم کیا جائے گا۔امریکہ اور اس کے اتحادی طالبان کے خلاف نہ اپنی طاقت استعمال کریں گے، نہ اس کو دھمکائیں گے، نہ اس کے اندرونی معاملات میں دخل دیں گے، طالبان اپنی نئی حکومت قائم کر سکیں گے۔(اب تک 70 فیصد سے زیادہ حصے پر طالبان کے قبضے کے باوجود امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے اس کی حکومت تسلیم نہیں کی تھی) افغانستان کی باز آباد کاری کیلیے امریکہ نئی اسلامی حکومت کا اقتصادی تعاون کرے گا۔

اب غور کیجیے کہ ہمارے لیے اس میں کیا سبق ہے۔ یہ سب تقوی، صبر، توکل علی اللہ اور شریعت اسلامیہ پر عمل کے التزام اور خود اعتمادی کا نتیجہ ہے۔

/ 7 اکتوبر 2001ء کو افغانستان پر امریکی حملے سے ذرا پہلے طالبان قائد ملا محمد عمر نے امریکیوں اور امریکہ نواز افغانیوں کو مخاطب کر کے کہا تھا: ہم کسی حال میں بھاگ کر جانے والے نہیں۔ اگر تمام سرکاری ادارے اور سارے شہر ہمارے ہاتھ سے نکل جائیں اور امریکہ اور ان کے دوست ان پر قبضہ بھی کرلیں تو مجاہدین پہاڑوں اور جنگلوں میں چلے جائیں گے پھر تم لوگوں کا کیا حشر ہوگا۔

اے امریکیو! اے افغانی امریکیو! اپنے آپ کو دھوکے میں مت ڈالو، تمہارے اعمال کا نتیجہ بہت سخت ہوگا۔ یہاں قابض ہونے کے خواب دیکھنے والے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔اے افغانیو! بہت لمبے عرصے کے بعد یہاں امن آیا ہے ایک اسلامی نظام قائم ہوا ہے، افغانیوں کو خوشی اور سکون واطمینان نصیب ہوا ہے، اس امن کو بدامنی میں تبدیل مت کرو، اسلامی نظام کو کفر سے مت بدلو، اے افغانیو! اگر تمیں اسلامی قوانین کی پروا نہیں تو پھر اسلام بھی کسی کی پروا نہیں کرتا تم امریکیوں کا ساتھ دیتے ہوئے جان دو گے تو مردار کہلاؤ گے۔

اے امریکیو! تم آجاؤ، میں بھی دیکھتا ہوں تم کس طرح آتے ہو، اور جب تم آ جاؤ گے اپنا انجام بھی دیکھ لو گے۔ پھر انھوں نے عین امریکی حملہ کے وقت جب میزائل داغے جا رہے تھے، ایسا تاریخ ساز فقرہ کہا تھا، جو آج کے تمام مسلم حکمرانوں کے لیے عبرت ہے۔انھوں نے کہا:""میں مسلمانوں کے لیے ایسی کوئی چیز چھوڑ کر نہیں جاؤں گا جو مسلمانوں کے لیے شرمندگی کا باعث ہو"اللہ نے اس مرد مجاہد کی لاج رکھی وہ سرخ رو ہو کر دنیا سے چلے گئے اور زندہ جاوید ہوئے، اور آج ان کے ماتحتوں اور شاگردوں کے سامنے امریکہ نے گھٹنے ٹیک دیے۔

ہمیں اس موقع پر سورہ روم کی ابتدائی آیتیں یاد آرہی ہیں، جن میں اللہ پیشینگوئی کر رہا ہے کہ رومی جو عیسائی تھے اور آتش پرست مشرکوں کے مقابلے میں مسلمانوں سے قریب تر تھے ہے وہ ابھی مغلوب ہوئے ہیں لیکن وہ سال کے اندر اندر دوبارہ غالب آئیں گے، پھر اللہ فرماتا ہے: فی بضع سنین للہ الامر من قبل ومن بعد ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم ،وعد اللہ لا یخلف اللہ وعدہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون

یعنی سب کچھ اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے، جس نے پہلے مغلوب کیا وہی اب غالب کرے گا۔اور اس دن مسلمان اللہ کی مدد و نصرت سے خوشی منائیں گے ،اللہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے، اور اللہ بڑی طاقت والا اور بڑے کرم والا ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا، لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے ناآشنا ہیں۔

یہ نبی ﷺ کے ذریعے کی ہوئی پیشن گوئی تھی جو بضع سنین (نو سال کے اندر اندر) پوری ہو کر رہی، افغانستان پر امریکی حملے کے وقت نبی کے سچے جانشین انبیاء کے وارثین اور دور رس نگاہ رکھنے والے اہل ایمان نے پیشن گوئی کی تھی کہ شکست وقتی ہے اور جلد فتح میں بدل جائے گی، چنانچہ بضع عشرۃ سنۃ یعنی انیس سال کے اندر اندر طالبان کو کھلی فتح حاصل ہوئی اور طالبان کیا تمام مسلمانوں نے زبردست خوشی محسوس کی۔اور ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ (اس دن مسلمان اللہ کی مدد و نصرت سے خوشی حاصل کریں گے) کا منظر واضح طور پر سامنے آیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام مسلمانوں کی جیت ہے۔اس وقت ہم اپنے ملک میں جن ناگفتہ بہ حالات سے گزر رہے ہیں اگر ہم نے تقوے کا دامن تھام لیا اور صبر و توکل سے کام لیا، اور ممکن تدبیروں کا اہتمام کیا تو ہماری فتح یقینی ہے۔ کفر کی طاقتیں پاش پاش ہوں گی، ظلم کی تاریکیاں چھٹ جائیں گی اور صبح نور روشن ہوگی اور امن و آشتی کا دور دورہ ہوگا، اور سارے لوگ چین سکون اور عزت کی زندگی گزاریں گے۔ یاایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون. (اے ایمان والوں صبر کی عادت ڈالو اور اجتماعی صبر کا مظاہرہ کرو باطل طاقتوں کے مقابلے میں جم جاؤ اور تدبیریں کرو اور اللہ کا تقوی اختیار کیے رہو کامیابی تمھارے قدم چومے گی)

مندروں کی تعمیر اور مساجد کی تباہی

موسیٰ فرہاد

یہ کام ہندوستان میں نہیں ہوا، جو ہندو اکثریت کا حامل ملک ہے۔ یہ کام افغانستان جیسے مسلمان ملک میں ہوا، جہاں کی 99 فیصد آبادی مسلمان ہے۔ خبر ہے کہ 'کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کی وزارت خزانہ نے ہندو اور سکھ اقلیت کی مذہبی عبادت گاہوں کی تعمیر نو اور بحالی کے لیے 100 ملین روپے کا بجٹ منظور کر لیا ہے۔' کہا جاتا ہے یہ مندر اور گردوارے زیادہ تر کابل، غزنی، خوست، پکتیا اور ننگرہار میں ہیں۔ جہاں مسلمانوں کی بے شمار مساجد میں سے روزانہ کی بنیاد پر کم سے کم ایک مسجد یا مدرسہ ضرور مسمار کیا جاتا ہے۔ دشمن ان مساجد اور مدارس کو نشانہ بنانے کا صرف یہ جواز پیش کرتا ہے کہ 'غلطی سے حملہ ہوا ہے۔' چاہے یہ غلطی سال میں سیکڑوں مرتبہ ہی کیوں نہ دہرائی جائے۔ مساجد و مدارس کو نشانہ بنانے کی دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس مسجد میں کسی مجاہد نے نماز پڑھی یا کچھ وقت کے لیے ٹھہرا رہا یا اس مدرسے میں کوئی استاد مجاہد ہے یا کسی مجاہد نے درس قرآن میں حصہ لیا ہے۔

میرا اعتراض اس بات پر نہیں کہ حکومت نے اقلیتوں کی عبادت گاہوں کے لیے بجٹ کیوں منظور کیا ہے؟ یقیناً اسلام نے ان کے لیے بھی بطور ذمی حقوق متعین کیے ہیں۔ البتہ کابل انتظامیہ نے اپنے ہی معصوم شہریوں کا خون بہانہ ایک مشغلہ بنا لیا ہے۔ اپنی قوم کی دینی اقدار کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے، جو کسی بھی شخص کے لیے قابل برداشت نہیں ہے۔ اس سے ان کی اسلام دشمنی واضح ہو رہی ہے۔ ایک محتاط سروے کے مطابق 2019ء میں افغانستان میں 102 مساجد کو بمباری کر کے شہید کیا گیا تھا۔ جب کہ 16 مساجد کے داخلی دروازے بموں سے اڑا دیے گئے۔ مساجد میں توڑ پھوڑ کی گئی۔ 18 اسکولز، 20 صحت کے مراکز، 11 دینی مدارس اور عام شہریوں کے 1650 مکانات تباہ کیے گئے۔

جنوری 2020 میں 6 مساجد پر بمباری کر کے انہیں شہید کر دیا گیا۔ اُن کی تصاویر سوشل میڈیا پر پوری دنیا نے دیکھیں۔ میدان وردگ کے ضلع چک کے علاقے درہ خوات میں ایک مسجد، ننگرہار کے ضلع غنی خیل کے علاقے مارکو میں ایک مسجد، قندوز کے ضلع خان آباد میں ایک مسجد، ہرات کے ضلع چیشت کے علاقے درہ تخت میں ایک مسجد، ہلمند کے ضلع سنگین کے علاقے بختک میں ایک مسجد اور صوبہ لغمان میں ایک مسجد دشمن کی مختلف کارروائیوں کے نتیجے میں شہید ہوئیں۔ یہ صرف رواں برس جنوری کی رپورٹ ہے۔

جب کہ فروری میں غیر ملکی فوج نے اپنی کٹھ پتلیوں سمیت صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب کے علاقے بدر آب میں تاریخی مدرسے 'حمیدیہ' کو مکمل طور پر نذر آتش کر دیا گیا، جس میں قرآن کریم کے مختلف نسخوں سمیت سیکڑوں دینی کتب جل کر راکھ ہو گئیں۔ اس واقعے سے چند روز قبل بھی دشمن نے صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک میں ایک مسجد بموں سے اڑا دی۔ اسی طرح میدان وردگ کے ضلع جلریز کے علاقے زیولات میں دشمن نے ایک خوب صورت زرعی کالج پر اتنی شدید بمباری کی کہ کالج کا نام ہی صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ اس واقعے سے ایک رات قبل ہی کفار اور ان کے معاونین نے صوبہ فراہ کے ضلع بالا بلوک میں مدرسہ ابوحنیفہ اور اس سے ملحق اسکول پر ایسے بم برسائے، جس طرح جلریز کے کالج پر برسائے تھے۔ اس سے یہ

مدرسہ اور اسکول بھی خاک کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئے۔

دشمن ہر جگہ اپنی بمباری کو جواز فراہم کرنے کے لیے وہاں مجاہدین کی موجودگی کا دعوی کرتا ہے۔ ابھی تک وہ دنیا کو کسی مجاہد کی موجودگی اور اس کی شہادت ثابت نہیں کر سکا۔ علاقہ مکین ان واقعات کے عینی گواہ ہیں۔ لوگ اس بارے میں شدید تشویش میں مبتلا ہیں کہ آخر کیوں بار بار مساجد اور مدارس کو نشانہ بنایا جا رہا ہے؟ غیر ملکی اور ان کے کٹھ پتلی ہمیشہ یہ پروپیگنڈا کرتے رہے ہیں کہ ان کا مشن افغانستان کی ترقی، تعلیم اور صحت کے شعبوں کی بحالی ہے۔ جب کہ دینی اقدار اور عوام کے مذہبی مقامات سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہے۔ جب کہ یہی گروہ ہمیشہ طالبان کے خلاف پروپیگنڈا کرتا ہے کہ طالبان تعلیمی اداروں اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ جس طرح وہ افغانستان کے تعلیمی اداروں، مذہبی مقامات اور ہسپتالوں کو نشانہ بنا رہے ہیں، اس سے پوری دنیا جان بوجھ کر چشم پوشی کر رہی ہے۔

یہ کام امریکی اور کابل فورسز مل کر کر رہی ہیں، یہ ثابت ہو چکا ہے کہ طالبان مساجد، مدارس اور تعلیمی ادارے آباد کر رہے ہیں۔ جب کہ خود کو مہذب کہنے والی امریکی فوج اپنے کاسہ لیسوں سمیت ان مقامات کو بے دردی سے تباہ کر رہی ہے۔ کاپیسا میں ایک مدرسہ قرآن کریم اور دینی کتب سمیت نذر آتش کر دیا گیا۔ قندوز میں حفاظ کرام کی دستار بندی کی تقریب پر بمباری کر کے 150 بچوں کو شہید کر دیا گیا۔ جلریز میں کالج تباہ کیا گیا۔ فراہ کا مدرسہ اور اسکول زمین بوس کر دیا گیا۔ اسی طرح سیکڑوں مساجد اور مدارس کو بموں سے اڑا دیا گیا۔ اس کے باوجود ہندو اور سکھ اقلیتوں کی عبادت گاہوں کے لیے 100 ملین روپے مختص کرنا یقیناً لمحہ فکریہ ہے!

اس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ کابل کٹھ پتلی انتظامیہ اسلام دشمنی واضح ہو گئی ہے۔ اس کا یہ مشن ہے کہ دینی مقامات جیسے مساجد اور مدارس کو کسی نہ کسی طرح تباہ کر کے وہاں طالبان کی موجودگی کا بہانا رچایا جائے۔ دوسری بات یہ کہ جس طرح ہندوؤں اور سکھ اقلیتوں کی عبادت گاہوں کے لیے فنڈز مختص کیے گئے ہیں، ہو سکتا ہے کل اپنے ہاتھوں تباہ شدہ ان مساجد کے نام پر بھی فنڈز مختص کر کے ایک طرف اپنے مسلمان ہونے کا ڈھونگ رچایا جائے اور دوسری جانب مساجد آباد کرنے کے بجائے اپنی جیبیں بھری جائیں۔ کیوں کہ کابل انتظامیہ کرپشن میں عالمی سطح پر پہلے ہی اول پوزیشن پر ہے۔ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ہندوؤں اور سکھوں کی عبادت گاہوں کے لیے مختص کی گئی رقم عبادت گاہوں کی تعمیر نو اور بحالی کے بجائے صدارتی محل کے عہدیداروں کے ذاتی اکاؤنٹس میں ٹرانسفر ہو جائے گی۔ لہذا ہندو اور سکھ فی الحال کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں!

جب کہ فروری میں غیر ملکی فوج نے اپنی کٹھ پتلیوں سمیت صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب کے علاقے بدرآب میں تاریخی مدرسے 'حمیدیہ' کو مکمل طور پر نذر آتش کر دیا گیا، جس میں قرآن کریم کے مختلف نسخوں سمیت سیکڑوں دینی کتب جل کر راکھ ہو گئیں۔ اس واقعے سے چند روز قبل بھی دشمن نے صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک میں ایک مسجد بموں سے اڑا دی۔ اسی طرح میدان وردگ کے ضلع جلریز کے علاقے زیولات میں دشمن نے ایک خوب صورت زرعی کالج پر اتنی شدید بمباری کی کہ کالج کا نام ہی صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ اس واقعے سے ایک رات قبل ہی کفار اور ان کے معاونین نے صوبہ فراہ کے ضلع بالا بلوک میں مدرسہ ابو حنیفہ اور اس سے ملحق اسکول پر ایسے بم برسائے، جس طرح جلریز کے کالج پر برسائے تھے۔ اس سے یہ مدرسہ اور اسکول بھی خاک کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئے۔

دوحہ معاہدے کے اہم نکات

پروفیسر ذاکر جلالی

ایک طویل انتظار اور پیچیدہ مذاکرات کے بعد قطر کے دار الحکومت دوحہ میں 29 فروری کو امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان اہم اور تاریخی معاہدہ ہوا، جس پر امارت اسلامیہ کی جانب سے سیاسی دفتر کے سربراہ محترم ملا عبدالغنی برادر اخوند اور امریکا کی جانب سے ڈاکٹر زلمے خلیل زاد نے دستخط کیے۔ یہ افغانستان میں قیام امن کے لیے اہم پیش رفت اور نئی اسلامی حکومت کے قیام کے لیے سنگ میل ہے۔ اس معاہدے کو افغانستان میں امریکی جنگ کی تاریخ کی ایک اہم پیش رفت سمجھا جا رہا ہے۔ اس معاہدے پر دستخط کرنے کا مطلب یہ ہے کہ امریکا نے 2001 میں افغانستان پر حملے کے بعد جرمنی میں جس حکومت کا ڈھانچہ تیار کیا تھا، وہ تقریبا دو دہائیوں تک جاری رہا اور امریکا نے طالبان کے ساتھ معاہدے میں نئی اسلامی حکومت کے قیام پر دستخط کر کے پرانے ڈھانچے کو ناکام قرار دیا۔ یہ معاہدہ چار حصوں پر مشتمل ہے، جو کہ مختصر الفاظ میں درج ذیل ہے:

افغانستان سے تمام غیر ملکی افواج کے انخلا۔

امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف افغانستان کی سرزمین استعمال نہ ہونا۔

10 مارچ سے بین الافغان مکالمے کا آغاز۔

بین الافغان مذاکرات کے نتیجے میں ملک کے سیاسی نقشے کا تعین اور جنگ بندی پر غور۔

کچھ لوگ اس معاہدے کی اہمیت کو اس لیے کم سمجھ رہے ہیں کہ امریکا طالبان کو ایک گروہ کی حیثیت دیتا ہے۔ وہ طالبان کو ایک ریاست کی حیثیت سے نہیں دیتا۔ اس حوالے سے اہم بحث یہ ہے کہ طالبان خود کو 'امارت اسلامیہ افغانستان' کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے 1996 سے 2001 تک افغانستان پر حکومت کی تھی۔ اس حکومت کا سرکاری نام 'اسلامی امارت افغانستان' رکھا تھا۔ جب امریکا نے 7 اکتوبر کو افغانستان پر حملہ کیا اور اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوا تو طالبان نے غیر ملکی فوج کی جارحیت کے خلاف 'جہاد' کا اعلان کر دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ طالبان حکومت کے بجائے مزاحمتی تحریک کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ البتہ خود کو اب بھی 'امارتِ اسلامیہ افغانستان' کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ طالبان اب اس ملک کی سب سے مضبوط، منظم اور فعال عسکری اور سیاسی قوت ہیں۔ ظاہر ہے کوئی تحریک کام کے بغیر نہیں چلتی۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ امریکا نے طاقت کے بل بوتے طالبان کی اسلامی حکومت کا خاتمہ کیا۔ افغانستان میں ایک نام نہاد کٹھ پتلی حکومت کا قیام عمل میں لایا۔ جس کو اب تک طالبان نے تسلیم نہیں کیا ہے۔ اسی تناظر میں طالبان اپنی پرانی حکومت کے احیاء کے لیے کوشاں ہیں۔ وہ افغانستان میں ایک بار پھر اسلامی نظام نافذ کریں گے۔

طالبان کے جہاد کے دو اہم اہداف ہیں۔ افغانستان کی آزادی اور اسلامی نظام کا نفاذ! طالبان وقت اور حالات کے حوالے سے اس میں کچھ ترمیم پر راضی ہیں۔ تاکہ نئی حکومت میں تمام افغانوں کو اپنی حیثیت کے مطابق جگہ ملے۔ دوحہ معاہدے کے آخر میں درج ہے کہ نئی اسلامی حکومت کے ساتھ امریکا کے تعلقات اچھے ہوں گے۔ اس کا مطلب ہے کہ نہ خالص امارت اسلامیہ کی حکومت ہوگی، جس میں دوسرے افغان رہنما شامل نہیں ہوں گے اور نہ ہی موجودہ کابل انتظامیہ ہوگی، جس میں طالبان اور اس کی اپوزیشن شامل نہیں ہے۔

وقت کے لحاظ سے اس معاہدے کے دو مرحلے ہیں۔ فی الوقت امارت اسلامیہ کے زیر اقتدار علاقوں میں معاہدے پر عمل درآمد کرنے کی مکمل ذمہ داری طالبان پر عائد ہوتی ہے۔ جب 'نئی افغان اسلامی حکومت' کا قیام عمل میں لایا جائے گا، جس میں طالبان سرفہرست ہوں گے تو پھر ان کی بحیثیت حکمران ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ القاعدہ اور دیگر تنظیموں کے ارکان کو ویزہ، پاسپورٹ وغیرہ نہیں دیں گے۔

اگر ہم طالبان کے لیے اپوزیشن گروپ کی حیثیت فرض کر لیں تو وہ امریکا کے خلاف لڑ چکے ہیں۔ وہ آج ایک معاہدے پر پہنچ گئے ہیں۔ تقریبا 2009 میں

ابتدائی رابطے شروع ہوئے تھے۔ ایک دہائی کی تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ امریکا اس جنگ کو Insurgency یا ملکی بغاوت قرار دے رہا تھا۔ طالبان سے امریکا کا مطالبہ یہ تھا کہ وہ افغان حکومت سے بات کریں۔ اپنے اندرونی مسائل حل کریں۔ طالبان کا موقف یہ تھا کہ وہ ملک پر غیر ملکی قبضے کے خلاف مزاحمت کر رہے ہیں۔ امریکی جارحیت کے خاتمے اور ملک کی آزادی سے قبل بین الافغان مذاکرات کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس لیے یہ سلسلہ اتنا طویل ہوا۔ بالآخر امریکا نے طالبان کا موقف تسلیم کیا اور اگست 2018 میں ٹرمپ نے طالبان کے ساتھ براہ راست مذاکرات پر رضامندی کا اظہار کیا۔ ستمبر 2018 میں امریکا اور طالبان کے درمیان باقاعدہ براہ راست مذاکرات شروع ہوگئے۔ فریقین نے 16 ماہ کے بعد ایک تاریخی معاہدے پر دستخط کردیے۔ جس کا سیاسی نتیجہ یہ نکلا کہ امریکا نے طالبان کی کامیاب عسکری حیثیت تسلیم کرلی۔

معاہدے کے نکات

معاہدہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔ اس میں معاہدے کے نفاذ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

پہلا حصہ

اس میں مکمل وضاحت کے ساتھ درج ہے کہ 'امریکا اور اتحادیوں کی تمام فوج، غیر سفارتی اہل کاروں، پرائیوٹ اہل کاروں، تربیت کاروں، مشورہ دہندگان اور معاونین کو 14 ماہ کے اندر افغانستان سے نکالا جائے گا۔'

طالبان کے لیے یہ نکتہ اہمیت کا حامل ہے۔ وہ 19 برس سے امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف جس مقصد کے لیے لڑ رہے تھے، انہوں نے یہ مقصد حاصل کرلیا ہے۔ وہ اپنی طویل مزاحمت میں کامیاب ہوئے ہیں۔ زلمے خلیل زاد نے بھی کہا تھا کہ غیر ملکی فوج کا مکمل انخلا طالبان کا بنیادی مطالبہ ہے۔ اس نکتے کے ساتھ ان تمام پروپیگنڈوں نے دم توڑ دیا، جن میں کہا جاتا تھا کہ 'امریکا افغانستان سے کسی قیمت پر بھی مکمل انخلا نہیں کرے گا اور طالبان نے معاہدے میں خفیہ طور پر امریکا کے تین فوجی اڈوں اور چند ہزار امریکی فوجیوں کی موجودگی پر رضامندی ظاہر کی ہے۔ خفیہ ڈیل کے نتیجے میں امریکی فوجی افغانستان میں تعینات رہیں گے۔' یہ بات واضح ہے کہ چودہ ماہ میں تمام غیر سفارتی اہل کار افغانستان سے چلے جائیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو یہ اس معاہدے کی صریح خلاف ورزی ہوگی۔

یہ انخلا کئی مراحل میں ہوگا۔ چودہ ماہ میں تمام مراحل مکمل ہوں گے۔ اگلے ساڑھے چار ماہ یا 135 دن میں امریکی فوج کی تعداد 14 ہزار سے کم ہو کر 8 ہزار 600 ہو جائے گی۔ امریکی فوج پانچ اڈے خالی کردے گی۔ علاوہ ازیں امریکا سیاسی قیدیوں کی رہائی کے فوری منصوبے پر کام کرے گا۔ اس جملے میں 'اعتماد سازی کے اقدام' کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ 5 ہزار طالبان قیدیوں کو باہمی بات چیت کے آغاز سے قبل رہا کردیا جائے گا۔ اس بات پر بھی اتفاق کیا گیا ہے کہ طالبان 'دوسری طرف' (کابل انتظامیہ) کے ایک ہزار قیدیوں کو رہا کریں گے۔ اس کے لیے 'حکومت' کا لفظ شامل نہیں ہے، جو طالبان کے اصولی موقف کی جیت ہے۔ میرے نزدیک کابل انتظامیہ کے لیے 'دوسری طرف' کا لفظ استعمال کرنا اور طالبان کے لیے 'امارت اسلامیہ' کا نام معاہدے میں شامل کرانا اور ایک کامیاب سفارتی عمل ہے۔ یقیناً یہ کابل انتظامیہ کے لیے ہضم کرنا مشکل ہے۔

بین الافغان مذاکرات کے آغاز کے ساتھ ہی امریکا 27 اگست تک طالبان رہنماؤں پر عائد پابندیاں ختم کردے گا۔ 29 مئی تک سلامتی کونسل کی بلیک لسٹ سے طالبان رہنماؤں کے نام خارج کردے گا۔ اس عمل کے آخری حصے میں مذکور ہے کہ 'امریکا اور اس کے اتحادی افغانستان کی سالمیت اور سیاسی آزادی کے خلاف طاقت اور دھمکی کا آپشن استعمال نہیں کریں گے۔ وہ افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔'

دوسرا حصہ

دوسرے حصے میں طالبان کی ذمہ داریوں اور اقدامات کا ذکر ہے۔ اس میں پانچ نکات ہیں۔ ان کا خلاصہ ایک جملے میں یہ ہے کہ 'طالبان امریکا اور اس کے اتحادیوں کے مخالف گروہوں اور افراد کو افغان سرزمین میں سرگرمیوں کی اجازت نہیں دیں گے۔'

اس پابندی کے تحت طالبان نے وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ افغانستان میں پناہ چاہتے یا رہائش کا مطالبہ کرتے ہیں، ان کے ساتھ بین الاقوامی امیگریشن قوانین اور معاہدوں کے مطابق معاملات طے کیے جائیں گے۔ آخری جملے میں لکھا ہے کہ

طالبان کسی ایسے فرد کو بھی ویزا، پاسپورٹ، ٹریول لائسنس اور دیگر قانونی دستاویزات فراہم نہیں کریں گے، جس سے امریکا اور اس کے اتحادیوں کی سلامتی کو خطرہ ہے۔ مذکورہ ذمہ داریاں حکومتوں کی ہیں، تنظیموں کی نہیں ہیں۔ اس معاہدے میں طالبان کے ساتھ جن امور پر اتفاق کیا گیا ہے، وہ حکومتوں کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ نئی اسلامی حکومت میں نہ صرف طالبان شامل ہوں گے، بلکہ وہ مضبوط پوزیشن میں خود مختار حیثیت کے حامل ہوں گے۔ طالبان امریکا سے یہ بات منوانے میں کامیاب رہے ہیں کہ بین الافغان مذاکرات کے نتیجے میں آنے والی حکومت اسلامی ہوگی۔ جب کہ معاہدے میں موجودہ کابل انتظامیہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

تیسرا حصہ

اس حصے میں تین شقیں ہیں، جو معاہدے کی اہمیت پر زور دیتی اور مستقبل میں امریکا اور نئی 'افغان اسلامی حکومت' کے مابین اچھے تعلقات ظاہر کرتی ہیں۔

پہلی شق میں کہا گیا ہے کہ امریکا اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے معاہدے کو تسلیم کرنے اور اس کی توثیق کرنے کی درخواست کرے گا۔ دوسری شق کے مطابق امریکا اور طالبان ایک دوسرے کے ساتھ مثبت تعلقات چاہتے ہیں۔ جب کہ یہ تفصیل درج ہے کہ فریقین (امریکا اور طالبان) بین الافغان مذاکرات کے بعد بننے والی نئی 'افغان اسلامی حکومت' کے مابین مثبت تعلقات ہوں گے۔ تیسری شق میں پھر نئی 'افغان اسلامی حکومت' کا ذکر ہے اور امریکا نے وعدہ کیا ہے کہ وہ تعمیرِ نو کے سلسلے میں نئی اسلامی حکومت کی مدد کرے گا۔

اہم نکات:

امریکا فی الوقت طالبان کو بطور حکومت نہیں، بلکہ بطور ایک مضبوط عسکری اور سیاسی قوت تسلیم کر رہا ہے۔ جس نے امریکی موجودگی میں افغان فورسز کو شکست دے کر افغانستان کے ستر فیصد رقبے پر قبضہ واپس حاصل کر لیا ہے۔ امریکا مجبور ہے کہ وہ طالبان کو عسکری اور سیاسی قوت تسلیم کر کے ان کے ساتھ معاہدہ کرے۔ طالبان معاہدے کے تحت اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں امریکا مخالف کسی گروپ کو سرگرمیوں کی اجازت نہیں دیں گے۔ جب کہ وہ بین الافغان مذاکرات کے نتیجے میں بننے والی نئی 'افغان اسلامی حکومت' کے طور پر افغانستان میں امریکا مخالف کسی گروپ کے ارکان کو ویزا، پاسپورٹ وغیرہ نہیں دیں گے۔ نتیجۃ امریکا اور اس کے اتحادی نئی اسلامی حکومت کو تسلیم کر کے اس کے ساتھ مثبت تعلقات استوار کریں گے۔ وہ ملک کی تعمیر نو کے لیے اس کی مدد کریں گے۔ معاہدے کے نتیجے میں سیاسی طور پر کابل انتظامیہ ختم کر دی گئی ہے۔ معاہدے میں درج گیا ہے کہ مستقبل میں ایک نئی 'افغان اسلامی حکومت' تشکیل دی جائے گی، جس کے ساتھ امریکا مثبت تعلق قائم کرے گا۔ افغانستان کی سالمیت اور خود مختاری کو نفی کیے بغیر اس کی تعمیر نو کے لیے بھی مالی اعانت فراہم کی جائے گی۔ معاہدے کے نتیجے میں امریکا اور اتحادیوں نے چودہ ماہ میں اپنی تمام فوج یا تمام غیر سفارتی اہل کاروں کو افغانستان سے نکالنے پر اتفاق کیا ہے۔ اس دوران بین الافغان مذاکرات کے نتیجے میں جو نئی اسلامی حکومت بنے گی، اس معاہدے کی بنیاد پر امریکا اور اُس کے اتحادی اس کے ساتھ مثبت تعلقات استوار کریں گے۔

جہاد کے دو اہم اہداف تھے۔ افغانستان کی آزادی اور اسلامی نظام کا نفاذ! دوحہ معاہدے کے تحت امریکا کے ناجائز قبضے کا خاتمہ ممکن ہوا ہے۔ 14 ماہ میں امریکی اور نیٹو فوج انخلا کریں گی۔ جب کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے بین الافغان مذاکرات کا نیا دور شروع ہوگا۔ امریکا نے معاہدے کے تحت پیشگی نئی اسلامی حکومت کو تسلیم کر کے مثبت رویّوں عہد کیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ افغانستان کی تمام جہادی، مذہبی اور سیاسی جماعتوں کے قائدین نفاذِ اسلام کے لیے امارت اسلامیہ کے ایجنڈے پر اتفاق کر کے تمام افغانوں پر مشتمل نئی اسلامی حکومت قائم کریں۔ تعمیر و ترقی کے لیے مل جل کر جدوجہد کریں۔ جو عناصر امن عمل کی راہ میں رخنہ ڈالتے اور امن منصوبے کو سبوتاژ کرتے ہیں، ان پر کڑی نظر رکھیں۔ ایسے عناصر کی حوصلہ شکنی کریں۔ ایک دوسرے کو برداشت کر کے محبت اور بھائی چارے کی فضا قائم کریں۔ امارت اسلامیہ کے زعیم امیر المومنین کے پیغام اور عام معافی سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ اسی میں ملک و قوم کی بھلائی کا راز مضمر ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

دو واقعات دو فیصلے اور درسِ عبرت

حسن زوئی

ہم افغان عوام جو پچھلے 18 سالوں سے امریکہ کی قیادت میں حملہ آوروں کے خلاف جہاد کر رہے ہیں اس دوران بہت سارے بڑے واقعات پیش آچکے ہیں، قابض دشمن کی بمباری کے نتیجے میں 100 سے زیادہ بے گناہ افراد شہید ہوئے ہیں اور ایسا بھی ہوا ہے کہ مجاہدین کے ایک حملے میں درجنوں حملہ آور مارے گئے ہیں۔

اس طرح کے واقعات اہم سمجھے جاتے ہیں کہ دنیا کے دوسرے ممالک میں صدیوں تک ایسے واقعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے، لیکن یہاں اکثر ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں وہ ہمارے لئے معمول کی بات ہے کیونکہ ہم ایسے واقعات کے ساتھ عادی ہو چکے ہیں، ایک دن یا کچھ دن کے بعد ہم ایسے دلخراش واقعات کو فراموش کرتے ہیں۔

کچھ دن پہلے غزنی کے ضلع دہ یک میں مجاہدین نے سی آئی اے کا جدید ترین طیارہ مار گرایا اور ننگرہار کے ضلع وزیر میں ایک رابطہ کار مجاہد کے حملے میں 8 امریکی فوجی ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے جو درحقیقت دونوں بڑے واقعات ہیں۔

کیا دنیا میں امریکہ کے طاقتور ترین مخالف کے حوالے سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ امریکہ پر ایسا کوئی خطرناک حملہ کرے؟

حملہ؟ حملہ تو بہت دور کی بات ہے، سب لوگ یہ جانتے ہیں اگر دنیا کی تمام مادی قوتیں اکٹھی ہو جائیں پھر بھی امریکہ کے خلاف اس طرح اقدام کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی ہیں۔

یہ ان دونوں واقعات کی عظمت کی وجہ ہے لیکن چونکہ ہم نے دشمن پر کئی بار ایسے خطرناک حملے کئے ہیں اور کر رہے ہیں اس لئے ہمارے لئے یہ معمول کی بات ہے۔ اگر آپ ان دونوں واقعات اور پھر فلسطین اور افغانستان کے بارے میں امریکی فیصلے کو دیکھیں تو یہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑا سبق ہے۔

اگر ہم بحیثیت افغان تعصب کی عینک اتار کر ٹھنڈے دماغ کے ساتھ مسئلہ فلسطین کو حل کرنے کی آڑ میں امریکی صدر ٹرمپ کی موجودہ پالیسی اور منصوبے پر اور افغانستان سے فوجی انخلا اور اس بے مقصد جنگ سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے امارت اسلامیہ کے ساتھ امریکہ کے مذاکرات پر غور کریں تو ہم بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں اور ہم اصل حقائق کا ادراک کر سکتے ہیں۔

رواں سال 28 جنوری کو وائٹ ہاؤس میں امریکی صدر ٹرمپ نے ڈیل آف سنچری (صدی کا معاملہ) کے عنوان کے تحت فلسطین کے لئے امن قرارداد کے نام سے ایک منصوبہ کا اعلان کیا جس کے لئے وہ اور ان کے یہودی دولہا کروشنر نے تین سال مسلسل کوشش کی تھی، اس منصوبے کا اعلان کر کے ٹرمپ نے پوری اسلامی دنیا میں کھلبلی مچادی ہے۔

اس سلسلے میں امریکہ نے عرب لیگ اور اسلامی کانفرنس جیسی تنظیموں اور نہ ہی اسلامی دنیا میں کسی دوست یا دشمن حکمران کی رائے معلوم کرنا اور ثالث کی حیثیت ان کے ساتھ مشورہ کرنا یا کم از کم اطلاع دینا ضروری سمجھا بلکہ اس نے بڑی بدمعاشی کے ساتھ اپنی جانب سے فیصلہ جاری کیا، عالم اسلام اور خاص طور پر عرب رہنماؤں کو متنبہ کیا کہ وہ اس فیصلے کو قبول کریں اور 1948 کے فیصلے کو قبول نہ کرنے کی طرح غلطی نہ کریں۔

ٹرمپ کے اس منصوبے میں فلسطینی حکومت کی نفی کی گئی ہے، منصوبے میں کہا گیا ہے کہ نئی فلسطینی حکومت اسرائیل کے زیر کنٹرول ایک ادارہ ہوگا جس کے سیکیورٹی اور دیگر امور اسرائیل سنبھالے گا، فلسطین کی اس نئی حکومت کے پاس سیکیورٹی کے لئے صرف پولیس موجود ہوگی اور اس کو فوج بنانے کی اجازت نہیں ہوگی جبکہ حماس، اسلامی جہاد اور دیگر مسلح تنظیموں کو غیر مسلح کرنے کی ذمہ داری بھی نئی حکومت کی ہوگی، اسرائیلی فوج فلسطین سے منسلک تمام ممالک کی سرحدوں پر تعینات ہوگی اور ان سرحدوں کی حفاظت کا ذمہ دار اسرائیل ہوگا۔

ٹرمپ نے یہ بھی کہا ہے کہ فلسطینی پناہ گزینوں (جن کی تعداد 70 لاکھ تک پہنچ جاتی ہے اور دنیا کے مختلف علاقوں میں مقیم فلسطینی مہاجرین وطن واپسی کے انتظار میں دن رات گذار رہے ہیں) کو وطن واپسی کا نام نہیں لینا چاہیے اور وہ ہمیشہ کے لئے

واپسی کا ارادہ ترک کر دیں۔

قیدیوں کے بارے میں انہوں نے کہا کہ اگر فلسطینیوں کے ساتھ کوئی یہودی قید ہے وہ غیر مشروط پور پر رہا کریں لیکن اسرائیلی جیلوں میں فلسطینی مسلمانوں کی رہائی کے لئے ایسی شرائط وضع کی گئی ہیں جس کا مطلب ہے کہ ایک فلسطینی قیدی کو بھی رہانہ کیا جائے، مثال کے طور پر جو قیدی قتل یا اقدام قتل میں ملوث نہ ہو، اسرائیلی فوجیوں، پولیس اور عام شہریوں پر حملے کا الزام نہ ہو اور نہ ہی ان پر دہشت گردوں کے ساتھ تعلق کا الزام ہو۔

لہذا ان شرائط کے نفاذ کا مطلب یہ ہے کہ ایک فلسطینی کو بھی اسرائیلی جیل سے رہا نہیں کیا جانا چاہئے کیوں کہ اسرائیل جیل میں جو فلسطینی قید ہیں ان پر ان الزامات سے کوئی الزام تو ہوگا، اگر کچھ اور نہیں ہے تو دہشت گردوں "حماس" سے تعلق تو ہوگا۔

اس منصوبے کے تحت یروشلم یعنی القدس شہر فلسطینی مسلمانوں اور اسرائیلیوں کے درمیان مشترک نہیں ہوگا بلکہ القدس کا مکمل شہر اسرائیل کے کنٹرول میں ہوگا اور شہر سے باہر کفرعقاب اور سہانات کے علاقوں کو شرقی قدس کا نام دیا جائے گا اور یہ نئی فلسطینی ریاست کا دارالحکومت ہوگا۔

اس منصوبے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مشرقی یروشلم، اردن کے درے اور فلسطینی علاقوں میں اسرائیلی شہروں سمیت فلسطینی مسلمانوں کے مقبوضہ علاقے قابض اسرائیل کا حصہ ہوگا۔

اس منصوبے کو پیش کرنے سے ٹرمپ نے مسلم ممالک پر مسلط حکمرانوں کو اپنے عوام کے سامنے بے نقاب کر دیا، فلسطینی عوام اور فلسطینی صدر محمود عباس کے علاوہ قاہرہ میں عرب لیگ کے ہنگامی اجلاس اور پھر جدہ میں اسلامی کانفرنس کے زیر اہتمام منعقدہ اجلاس میں یہ منصوبہ مسترد کر دیا گیا۔

لیکن امریکی تاریخ کی طویل ترین جنگ اور جانی اور مالی نقصانات سے بھرپور جنگ میں ناکامی کے بعد امریکہ نے افغانستان سے باعزت واپسی کے لئے امارت اسلامیہ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کے ساتھ 16 ماہ تک طویل مذاکرات کئے، ان مذاکرات میں وہ کئی بار اپنی شرائط منوانے میں ناکام رہا اور امارت اسلامیہ کی پیش کردہ شرائط کو قبول کرنے پر مجبور ہوا اور بالآخر افغانستان سے اپنی فوجوں کے انخلا کے لئے تاریخی معاہدہ کیا جس پر امریکی حکمران اور عوام دونوں خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔

افغانستان کا مسئلہ جو عالم اسلام نے صرف افغان عوام پر چھوڑ دیا تھا، امریکہ نے اتنا انحطاط کا مظاہرہ کیا جبکہ فلسطین کے مسئلے پر تمام مسلمان متفق اور ایک پیج پر ہیں، ان سب کا مشترکہ مسئلہ ہے اور سب اس کو اپنا مسئلہ سمجھتے ہیں اور ٹرمپ کے اس اقدام پر سب نے ناراضگی کا اظہار کیا لیکن ٹرمپ نے ان کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہیں کی اور اتنے کم نظر سے انہیں دیکھا کہ ان کی درخواست کا جواب بھی نہیں دیا اور نہ ہی ان اجلاسوں میں جمع ہونے والے رہنماؤں کے مطالبات پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ ان کے نزدیک مسلم حکمرانوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے، وہ اپنی مرضی کے فیصلے مسلط کرتے ہیں جن کی مخالفت کرنے کی جرات کون کر سکتا ہے۔

ان دو ممالک کے فیصلوں میں اتنا بڑا فرق کیوں ہے؟

کیونکہ سبھی یہ جانتے ہیں اور ٹرمپ کی جانب سے پیش کئے جانے والے منصوبے نے مزید واضح کر دیا کہ کمزور اور طاقتور کے مابین اصولوں پر کاربند رہنے، اپنے وعدوں پر قائم رہنے، معاہدے اور وعدے کی پاسداری کرنے سب بے معنی معاملات ہیں، اصل چیز طاقت ہے اور مخالف کے خلاف اپنی طاقت کا اظہار کرنا ہے فلسطینی اور خاص طور پر غزہ کے مسلمان بہت زیادہ قربانیاں دینے کے لئے تیار ہیں لیکن ان میں اسرائیل کو نقصان پہنچانے کی صلاحیت نہیں ہے، گزشتہ 7 عشروں سے فلسطینی مسلمانوں پر قابض اسرائیل کے مظالم جاری ہیں، دن بدن ان کے مظالم بڑھ رہے ہیں اور ان کا ظالمانہ قبضہ بڑھتا جارہا ہے اور ان کے مذموم مقاصد کو مزید تقویت مل رہی ہے۔

لیکن خوش آئند بات یہ ہے کہ یہاں افغانستان میں غیور مجاہدین سی آئی اے کے جدید طیاروں کو نشانہ بناتے ہیں، ایک ایک حملے میں ان کے درجنوں فوجی ہلاک ہوتے ہیں، اس لئے امریکہ مجبور ہوتا ہے کہ وہ اپنی تاریخ کی طویل جنگ میں بھاری جانی اور مالی نقصان سہنے کے بعد اپنی شکست تسلیم کر کے باعزت واپسی کے لئے طالبان کے ساتھ مذاکرات کرنے پر آمادگی ظاہر کرے اور اس کے نتیجے میں 14 ماہ کے اندر مکمل فوجی انخلا کے تاریخی معاہدے پر دستخط کر کے امارت اسلامیہ کو سند جواز فراہم کرے حالانکہ 18 سال قبل امارت اسلامیہ کی قیادت نے مذاکرات کی پیشکش کی تھی لیکن امریکہ بہادر اس وقت طاقت کے نشے میں دھت تھا اور ایک کمزور ملک کے نہتے عوام کے ساتھ مذاکرات کرنا اس کی شان کی توہین اور بدمعاشی کے اصولوں کی خلاف ورزی تھی۔

لہذا اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ یہ افغان عوام کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز ہے،

تمام افغان عوام کو امارت اسلامیہ کی قیادت اور ان کے مجاہدین پر فخر کرنا چاہئے جن کی عظیم قربانیوں کی بدولت اس سفاک دشمن کو شکست دے دی گئی۔

اگر امارت اسلامیہ کی قیادت کی بصیرت، نیک سلوک، بہترین حکمت عملی، شجاعت، اور قربانیوں کا ثمرہ نہ ہوتا تو ہمارا حال بھی فلسطینی مسلمانوں کی حالت سے بدتر ہوتا، اس بات کا کوئی امکان نہیں تھا کہ امریکہ امارت اسلامیہ کی قیادت کے ساتھ براہ راست مذاکرات کرے اور قیادت کی شرائط کے مطابق افغانستان سے فوجی انخلا کے معاہدے پر دستخط کر کے اپنی ذلت پر مہر تصدیق لگائے۔

اگر مجاہدین کی قربانیاں نہ ہوتیں تو آج ہماری جان، دولت، مذہب، ثقافت اور عزت ہم محفوظ نہیں رہ سکتے، آج ہم فلسطینی مسلمانوں کی طرح مظلوم اور مغلوب ہوتے۔

لیکن اللہ کے فضل و کرم سے امریکی جارحیت سے وطن عزیز کی آزادی، دین اور عزت کے دفاع کی اس جنگ میں مجاہدین سرخرو ہوگئے اور ان کی عظیم قربانیوں کی بدولت اللہ تبارک و تعالیٰ نے افغان عوام کے ہاتھوں سب سے طاقتور دشمن کو شکست دی اور افغان عوام کو فتح مبین سے سرفراز کیا جس کا دوست اور دشمن دونوں اعتراف کر رہے ہیں اور پوری دنیا میں فتوحات کے گانے گائے جا رہے ہیں، جو افغانوں کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔

دنیا میں کوئی قوم اور ملت اپنے کارناموں کو دوسروں کی جھولی میں ڈالنے کی حماقت نہیں کرتی اور نہ ہی دوسروں کو منسوب کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

لہذا اب وقت آگیا ہے کہ تمام افغان عقل مندی کا مظاہرہ کریں، اس عظیم کارنامے کی نسبت کسی اور کی طرف نہیں بلکہ افغان مجاہد قوم کی طرف کریں، اس پر فخر کریں کہ جس طرح ہمارے آباؤ اجداد نے انگریز سامراج اور سوویت یونین کو شکست دی تھی ان کے بچوں نے بھی اپنے اسلاف کی تاریخ کی لاج رکھی اور عصر حاضر کے دشمن کو شکست دیکر نئی تاریخ رقم کی۔

ہمیں دوسرے لوگوں سے بھی سیکھنے کی ضرورت ہے، لوگ اپنی چھوٹے چھوٹے کارناموں پر فخر کرتے ہیں اور اپنے لئے اعزاز سمجھتے ہیں۔ افغانوں کو بھی اس حساس وقت میں تمام اختلافات کو بھلا کر اس عظیم فتح کو اتنا ہی عظیم سمجھیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

افغانستان پر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے حملے کے نتیجے میں غیر ملکی فوجیوں نے بڑی تعداد میں وحشیانہ ہلاکتیں کیں، گھروں کی تلاشی لینے، فحاشی کو فروغ دینے، ثقافت کو تباہ کرنے، معاشی عدم مساوات اور دیگر مسائل کو جنم دیا۔

وطن عزیز پر قابض ہوتے ہی انہوں نے مجاہدین کو بدنام کرنے کے لئے سینکڑوں کی تعداد میں ریڈیو اسٹیشنوں، ٹیلی ویژن چینلوں، ویب سائٹس اور پرنٹ میڈیا کو ایجاد کیا اور ان کی ہر قسم مالی معاونت کی، ان کو پروپیگنڈے کے لئے خوب استعمال کیا، اپنے جرائم کو چھپانے اور مجاہدین کی جائز مزاحمت کو بغاوت قرار دینے اور تمام اسلامی اور جہادی سرگرمیوں کو بدنام کرنے کے لئے ان کی خدمات حاصل کیں۔ ان ذرائع ابلاغ کے ذریعے اپنی ناجائز جارحیت کو جواز پیش کرنے، خود کو افغانیوں کے سامنے ہمدرد ظاہر کرنے اور ان کے خلاف جاری مزاحمت کو دبانے کی کوششیں کیں جواب بھی جاری ہیں۔

اس غلام میڈیا نے ابتداء سے ناجائز قبضے کے خلاف جاری مزاحمت کو کمزور ثابت کرنے اور کم افغانیوں کے مطالبے اور مزاحمت ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے اور طالبان کو دوسروں کے الہ کار قرار دینے کے لئے دن رات پروپیگنڈہ کیا۔ لیکن اب خود حملہ آوروں کے اعترافات نے سب کچھ واضح کر دیا اور سب کی کانوں تک یہ بات پہنچا دی کہ افغانستان میں چند ذرائع ابلاغ کے علاوہ باقی سب زرخرید ہیں جن کا اپنا کوئی ایجنڈا نہیں ہے وہ دوسروں کے اشاروں پر ناچتے ہیں اور پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔

لہذا اگر کوئی اس غلام میڈیا کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوا ہے یا دوسروں کو دھوکہ دیا ہے وہ اب اصل حقائق کا ادارک کریں اور مزید دوسروں کو ورغلانے کی روش ترک کریں۔

یہ کہنا آسان ہے کہ طالبان کا تعلق دیگر انٹیلیجنس ایجنسیوں اداروں سے ہے اور یہ کسی اور کے آلہ کار ہیں، لیکن اللہ نے ہر کسی کو عقل دی ہے، ہر ایک کو کم از کم یہ سوچنا چاہئے کہ طالبان کے حوالے سے غلامی، ملک اور قوم کی نیلامی اور ناقدری کی کوئی مثال ہے جو وہ بطور ثبوت پیش کر سکے، مجاہدین نے اسلام کی سربلندی، ملک کی آزادی اور قوم کی عزت جیتنے کے لئے امریکہ سمیت 48 ممالک کا مردانہ وار مقابلہ کیا، اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا، بدنام زمانہ جیل کیوبا سے لیکر کابل کے بگرام جیل تک ان کی قربانیوں کی ایک داستان موجود ہے، قیادت سے لیکر عام مجاہدین تک سب نے لازوال قربانیاں دیں لیکن اسلام اور ملک پر سمجھوتہ کیا اور نہ ہی عوام کی جان و مال اور عزت پر آنچ آنے دیا انہوں نے امریکی جارحیت کا منہ توڑ جواب دیا، ان قربانیوں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انہیں سرخرو کیا اور امریکہ کی تاریخ میں پہلی بار اس نے بحیثیت سپر پاور ایک کمزور مزاحمت قوت کے ساتھ ان کی شرائط پر معاہدہ کیا جس پر پوری قوم اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جدوجہد تیز کرنی چاہیے۔

امن کی راہ میں رکاوٹ کون؟

سیف العادل احرار

طویل انتظار اور اٹھارہ ماہ کے مذاکرات کے بعد قطر میں معاہدے پر فریقین نے دستخط کر دیے ہیں۔ یہ افغان تنازع پر امن طریقے سے حل کرنے کی طرف اہم قدم ہے۔ امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ ملا عبدالغنی برادر اخوند اور امریکا کے خصوصی نمائندے زلمے خلیل زاد کے درمیان افغانستان سے غیر ملکی افواج کے مکمل انخلا بارے سمجھوتہ ہوا۔ اس معاہدے میں بین الافغان ڈائیلاگ کا واضح منصوبہ بھی شامل ہے۔ معاہدے میں افغانستان کے جاری بحران کے دیرپا حل کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔ معاہدے میں صراحت موجود ہے کہ بحران کے حل کے لیے کیا اقدامات اٹھائے جائیں گے؟ کہا گیا ہے کہ یکم مارچ سے 10 تاریخ تک امارت اسلامیہ اور کابل انتظامیہ کی جیلوں سے 6 ہزار قیدی رہا کیے جائیں گے۔ تاکہ فریقین کے درمیان اعتماد کی فضا پیدا کر کے ماحول کو ساز گار بنایا جائے۔ اس کے بعد دس مارچ کو بین الافغان مذاکرات کا آغاز کیا جائے گا۔

عوام نے امریکا اور طالبان کے درمیان تاریخی معاہدے اور بین الافغان مکالمے پر جس خوشی کا اظہار کیا ہے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ لوگوں نے افغانستان کے طول و عرض میں بھرپور طریقے سے جشن منایا۔ بڑے اجتماعات منعقد کیے اور بڑے شہروں میں لوگ سڑکوں پر نکل آئے۔ انہوں نے امارت اسلامیہ کے سفید پرچم اٹھائے تھے۔ وہ امن کے حق میں نعرے لگا رہے تھے۔ افغان عوام پرامید ہیں کہ اب ان کے امن خواب کی تعبیر بہت قریب ہے۔ ان کا خیال ہے اگر معاہدہ صحیح طریقے سے نافذ کیا گیا تو بین الافغان سطح پر بات چیت 10 مارچ کو شروع ہو جائے گی، جس سے افغانستان میں جاری بحران کا خاتمہ ممکن ہو سکے گا۔

افسوس ناک امر یہ ہے کہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر پہلی بار جس طرح امن کے حوالے سے اتفاق رائے موجود ہے، اس میں واحد رکاوٹ اشرف غنی اور ان کے حواری ہیں۔ اشرف غنی نے کھل کر امن عمل کی مخالفت کی ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ امریکا اور طالبان کے درمیان امن عمل کامیابی سے پایہ تکمیل تک پہنچے۔ اگر امن عمل کامیاب ہوتا ہے تو پھر اشرف غنی کے ناجائز اقتدار کا سورج غروب ہو جائے گا۔ وہ اپنے اقتدار کی بقا کے لیے ہر حد تک جانے کے لیے تیار ہیں۔ یہ بھی واضح ہے کہ وہ امریکا کے دباؤ کے سامنے نہیں ٹھہر سکیں گے۔ وہ امریکی حکم کی مخالفت کی جرات نہیں کریں گے۔ کئی بار دیکھا گیا ہے کہ انہوں نے کئی بار امریکا کے دباؤ پر اپنی دھمکیوں اور اعلانات سے بھی یوٹرن لے لیا۔ حال ہی میں انس حقانی کے تبادلے کے حوالے سے انہوں نے سخت موقف اپنایا۔ البتہ انہیں مجبوراً امریکی مداخلت پر انس حقانی کو رہا کرنا پڑا۔

کچھ عرصہ قبل اشرف غنی نے کہا تھا کہ وہ قیام امن کے لیے اپنا سر بھی قربان کرنے کو تیار ہیں۔ اب جب عملی اقدام کا وقت آیا تو انہوں نے امن عمل سبوتاژ کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ پوری قوم جانتی ہے کہ یہ امن کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ اشرف غنی اور ان کے چند حامی کس مقصد کے لیے امن عمل کی راہ میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ اس پر پوری قوم افسردہ ہے۔ تمام سیاسی جماعتیں ان کے اِس عمل کی مخالف ہیں۔

اشرف غنی نے جارحیت کے خاتمے کے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور امن راستے کا نقشہ بند کر دیا۔ جب دوحہ معاہدے کے دن افغان عوام خوشی کا

اظہار کر رہے تھے، تب اشرف غنی کے نائب امر اللہ صالح نے قومی ٹیلی ویژن پر ایک انٹرویو میں جنگ جاری رکھنے، فوجی اور انٹیلی جنس کارروائیاں بند نہ کرنے کا عندیہ دیا۔ اشرف غنی نے کئی ماہ سے کوئی پریس کانفرنس نہیں کی تھی۔ انہوں نے معاہدے کے ایک دن بعد ہنگامی طور پر پریس کانفرنس کا اعلان کیا۔ انہوں نے پریس کانفرنس سے قبل یہ تاثر دیا کہ وہ نہایت اہم موضوع پر بات کریں گے۔ جب کہ انہوں نے اس کانفرنس میں قطر معاہدے کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ وہ معاہدے کے مطابق قیدیوں کو رہا نہیں کریں گے۔ یہ ہماری حکومت کا اختیار ہے۔ اس میں امریکا کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اشرف غنی امریکی مفاد کے لیے واشنگٹن کے تمام احکامات تسلیم کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے اس بار قیدیوں کے تبادلے کی کھل کر مخالفت کی۔ کیوں کہ اس بار امن اور افغانستان کے مفادات کی باری تھی۔ اشرف غنی کی اس مخالفت نے امن اور مفاہمت کی فضا کو مخدوش کر دیا ہے۔ افغان عوام میں بھی بے چینی پیدا ہوئی اور ہر طرف سے ان پر شدید تنقید شروع ہو گئی۔

تجزیہ کاروں نے اشرف غنی کی پریس کانفرنس کو غیر ضروری قرار دیتے ہوئے کہا کہ ان کا یہ اقدام امن عمل کی واضح مخالفت ہے۔ یہ سوال بھی کیا کہ اشرف غنی امریکی دباؤ قبول کر سکتے ہیں؟ ان کا خیال تھا کہ اشرف غنی جلد امریکی مداخلت پر یوٹرن لے لیں گے۔ امریکا نہیں چاہتا کہ کوئی اپنے مفادات کے لیے اتنا بڑا منصوبہ سبوتاژ کرے۔ امریکی وزیر خارجہ مائیک پومپیو نے اگلے روز اعلان کیا کہ قیدیوں کی رہائی کا وقت آ گیا ہے۔ صدر ٹرمپ نے بھی امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ ملا عبدالغنی برادر اخوند سے فون پر رابطہ کیا۔ دونوں رہنماؤں نے 35 منٹ تک امن معاہدے، قیدیوں کی رہائی اور امن عمل کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے جیسے موضوعات پر تبادلہ خیال کیا۔ افغانستان کے لیے روس کے خصوصی نمائندے ضمیر کابلوف نے بھی قیدیوں کی رہائی پر زور دیا۔ جب کہ ڈاکٹر عبداللہ اور افغانستان کے دیگر سیاست دانوں نے بھی قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا اور پارلیمنٹ کے ارکان نے بھی قیدیوں کے تبادلے پر اصرار کیا۔

اشرف غنی اور ان کے حامیوں نے امن کوششیں سبوتاژ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ انہوں نے 3 مارچ کو ننگرہار میں ایک اجتماع سے خطاب کے دوران جس بازاری زبان کا استعمال کیا، وہ بھی سب کے سامنے ہے۔ انہوں نے اشتعال پیدا کرنے کے لیے طالبان پر الزامات لگائے اور کھل کر امن عمل کی مخالفت کی، جس پر عوام نے شدید غم و غصے کا اظہار کیا۔ اشرف غنی کے ترجمان نے ٹویٹر پر مسلسل غیر ضروری اور نفرت انگیز ٹویٹ کر کے ماحول پراگندہ کرنے کی کوشش کی۔ طالبان کے خلاف گستاخانہ زبان کا استعمال کیا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ اشرف غنی کی طرح ان کے ترجمان بھی بوکھلاہٹ کا شکار ہیں۔ وہ اتنے حواس باختہ ہیں کہ ہر موقع پر امن عمل کی مخالفت کرتے ہیں، جس سے ان کا ایجنڈا واضح ہے۔

طالبان نے اشرف غنی اور ان کے گروپ کی واضح مخالفت اور نفرت انگیز بیانات کے باوجود مناسب پالیسی اختیار کی اور کابل انتظامیہ کو جواب دینا گوارہ نہیں کیا۔ انہوں نے مفاہمت کے اصول پر عمل کیا اور صرف یہ بیان دیا کہ ہم معاہدے کے تمام نکات پر عمل درآمد کرنے کے لیے پُرعزم ہیں۔ بین الافغان مذاکرات سے قبل قیدیوں کی رہائی ضروری ہے۔ ہم اس کے بغیر مذاکرات نہیں کریں گے۔ اگر قیدی رہا کیے گئے تو ہماری مذاکراتی ٹیم اور ایجنڈا دونوں تیار ہیں۔ اگر وقت مقررہ پر مذاکرات شروع نہ ہوئے تو اس کی ذمہ داری اشرف غنی پر ہوگی۔

ایک تاریخی یادگار دن

عبدالستار سعید

جب 29 فروری کی صبح خلیج عرب کے سمندر کی لہروں پر صبح کا سورج آزادی کی نوید لیے طلوع ہو رہا تھا، تب قطر کے دارالحکومت دوحہ میں ساحل سمندر پر واقع فائیو اسٹار ہوٹل 'شیراٹن' میں ایک تاریخی معاہدے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ قطر نے متعدد سیاسی رہنماؤں اور صحافیوں کی میزبانی کی۔ دنیا کے تقریبا تمام مشہور ذرائع ابلاغ کے نمائندے اور نیوز ٹیمیں دوحہ پہنچ گئی تھیں۔ امریکا، پاکستان، ازبکستان، انڈونیشیا، ترکی اور ناروے کے وزرائے خارجہ بھی قطر پہنچے۔ کچھ افراد تاخیر سے تقریب میں شریک ہوسکے۔ افغانستان کے لیے اقوام متحدہ کے خصوصی ایلچی اور یوناما کے سربراہ تاداامیچی یاماموتو، افغانستان کے لیے جرمنی کے خصوصی نمائندے مارکوس پوٹزیل، برطانوی خصوصی ایلچی گارٹ بیلی، روسی خصوصی ایلچی ضمیر کابولوف اور متعدد دیگر ممالک کے نمائندے اور سیاسی رہنما اجلاس میں شریک ہوئے۔

امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے ڈائریکٹر عبدالاحد جہانگیر وال نے میڈیا کو بتایا کہ تقریب میں قریب 30 ممالک اور بین الاقوامی تنظیموں کے مندوبین آ رہے ہیں۔ قطر میں تمام غیر ملکی سفیروں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ تقریب میں سرکاری سطح پر 200 کے لگ بھگ مہمان شریک تھے۔ جب کہ امارت اسلامیہ کے 50 کے قریب ممبران تقریب میں شریک ہوئے۔ کچھ قطر میں مقیم افغان باشندے اور دیگر دانش ور تقریب کے مہمان تھے۔ تقریب بارے بتایا گیا تھا کہ افغانستان کے وقت شام پانچ بجے شروع ہوگی۔ عالمی میڈیا کے نمائندے ہال کی تصاویر شائع کرنے میں مصروف تھے اور تجزیہ کاروں کے تبصرے، ان کے جذبات اور نظریات شیئر کر رہے تھے۔ میٹنگ ہال اعلی معیار پر ترتیب دیا گیا تھا۔ اسٹیج پر ایک بڑا بینر تھا، جس پر انگریزی، عربی، پشتو اور دری زبانوں میں 'افغانستان میں امن کا معاہدہ' لکھا تھا۔ اسٹیج پر دو نشستیں تھیں۔ اسٹیج پر کسی ملک کا جھنڈا آویزاں نہیں تھا۔

دوپہر کے وقت امریکی صدر ٹرمپ نے اعلان کیا کہ 'میں نے وزیر خارجہ مائیک پومپیو کو قطر میں امریکا اور طالبان کے مابین مفاہمت کی تقریب میں شرکت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر طالبان اور حکومت اپنے وعدوں پر قائم رہے تو افغانستان میں امن قائم ہوگا۔ ہم افغانوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں اور دیرپا امن کے لیے کام کریں۔' اس تاریخی معاہدے بارے سوشل میڈیا پر جذبات کی لہر دوڑ گئی۔ درحقیقت اس عظیم فتح، نصرت اور کامیابی پر آڈیو، ویڈیو اور تحریری نشریات جاری تھیں۔ حتی کہ عرب اور بین الاقوامی میڈیا میں طالبان اور قطر اجلاس کی خبریں شہ سرخیوں اور بریکنگ نیوز میں شائع ہو رہی تھیں۔ جب کہ تجزیہ کار مختلف زاویوں سے تبصرہ کر رہے تھے۔ مسلم دنیا میں اس تاریخی معاہدے پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا گیا۔ درحقیقت اسلام کا بول بالا ہوا اور مسلمانوں میں جوش اور جذبہ پیدا ہوا۔ قطر معاہدہ امارت اسلامیہ کے لیے صرف سیاسی فتح نہیں، بلکہ اس صدی کا انوکھا باب ہے۔ یہ دشمن کی شکست اور اس پر نفسیاتی حملہ ہے۔ اس نے تمام مخالفین کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔

سہ پہر کے بعد تقریب شروع ہوئی۔ دفتر کے مندوبین نے سفید جھنڈے بنوائے تھے، تاکہ مارچ میں لہرائیں۔ پہلی صف میں بزرگ اور آخر میں دیگر لوگ شامل تھے۔ کچھ افراد ویڈیو بنا کر سوشل میڈیا پر شائع کر رہے تھے۔ اجلاس ہال تک منظم روانگی اور سفید پرچموں نے بین الاقوامی میڈیا کی توجہ کھینچ لی تھی۔ بی بی سی نے اسے طالبان کا سیاسی مارچ قرار دیا اور عربی سوشل میڈیا میں لکھا گیا تھا 'بالرایات البیضاء الی قمة النصر' سفید جھنڈوں کے ساتھ کامیابی کی جانب گامزن! راستے میں امارت اسلامیہ کے نمائندے گول دائرے میں کھڑے ہوگئے۔ سیاسی دفتر کے سربراہ شیر محمد عباس ستانک زئی نے حمد اور صلاۃ کے بعد سورۃ النصر کی تلاوت کر کے مختصر گفتگو کی۔ انہوں نے اس تاریخی دن کو 20 سالہ جدوجہد کا ثمرہ قرار دیا۔ انہوں نے پوری امت مسلمہ کو خاص طور پر افغان عوام کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ 'جس طرح سو سال پہلے ہمارے اجداد نے انگریز کو اور پھر تیس

سال قبل ہمارے بزرگوں نے سوویت یونین کو شکست دی تھی، اب ہمارے نوجوانوں، اس دھرتی کے وفادار بیٹوں نے اللہ کے فضل سے امریکا اور اس کے اتحادیوں کو شکست دی ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کی عظمت کی لاج رکھی ہے۔ ستانک زئی نے اسے عظیم فتح قرار دیتے ہوئے قوم کو مبارک باد دی۔ بعدازاں مرکزی شوریٰ کے رئیس محترم مولوی امیر خان متقی نے ایک مختصر گفتگو میں کہا کہ 'دوستوں کو سوشل میڈیا اور فیس بک پر دوسروں کو طعنے نہیں دینے چاہیے۔ یہ حوصلے اور معافی کا دن ہے۔ افغانستان سب کا مشترکہ گھر ہے۔ بعدازاں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ محترم ملا عبدالغنی برادر اخوند نے شیخ سید رسول حلیم صاحب کو دعا کے لیے کہا۔ شیخ صاحب نے طویل اور متواضع دعا کی اور پھر سب لوگ تقریب کی طرف چلے گئے۔

کانفرنس ہال پہنچنے پر متعدد رپورٹرز اور فوٹو گرافرز نے بھرپور کوریج دیتے ہوئے امارت کے ارکان سے سوال جواب کیے۔ امریکی اور افغان وفد کے ارکان اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ قائدین اگلی صف میں بیٹھے اور قطر کے وزیر خارجہ ان کے درمیان بیٹھ گئے۔ تقریب کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ اسٹیج سیکرٹری نے حمد اور صلاۃ سے تقریب کا آغاز کیا۔ انہوں نے قطر کے وزیر خارجہ کو افتتاحی تقریر کے لیے دعوت دی۔ قطر کے وزیر خارجہ محمد بن عبدالرحمن بن جاسم الثانی نے مناسب تقریر کی۔ بعدازاں امریکی وزیر خارجہ مائک پومپیو کو خطاب کے لیے مدعو کیا گیا۔ انہوں نے اپنے تحریری بیان میں کہا: 'اگر طالبان اس معاہدے پر عمل درآمد کے لیے پرعزم ہیں تو ہم بھی ایسا ہی کریں گے۔ طالبان نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اگر وہ تشدد کم کرنا چاہتے ہیں تو وہ کم کر سکتے ہیں۔ پچھلے 40 سالوں میں پہلی بار پر تشدد کارروائیوں میں کمی آئی ہے۔ ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ ان کے بعد امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ محترم ملا عبدالغنی برادر کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے اپنی تقریر کا آغاز حمد اور ثناء سے کیا۔ انہوں نے قطر اور پاکستان، چین، ایران، روس، انڈونیشیا اور دیگر ممالک کا شکریہ ادا کیا، جنہوں نے مذاکرات کے عمل میں تعاون کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ افغان عوام کو اپنی اعلیٰ اقدار کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیے۔ تاکہ ملک پر ناجائز قبضہ ختم ہو اور امن قائم رہے۔ ملا برادر اخوند نے دنیا سے مطالبہ کیا کہ وہ افغانستان کی تعمیر نو اور ترقی میں حصہ لیں۔

ملا برادر اخوند کی تقریر کے اختتام پر ہال اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھا۔

ملا برادر اخوند اور امریکا کے خصوصی نمائندے زلمے خلیل زاد کو معاہدے پر دستخط کے لیے اسٹیج پر دعوت دی گئی۔ تب ہال میں معنی خیز خاموشی تھی۔ امارت اسلامیہ کے کچھ نمائندوں کی آنکھوں سے خوشی کے آنسوؤں بہہ گئے۔ دنیا بھر میں لاکھوں افراد نے اس وقت باطل پر حق کے غلبے کا مشاہدہ کیا۔ ٹیلی ویژن اسکرین پر یہ مناظر براہ راست دیکھائے جارہے تھے۔ وہ حیران تھے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ سیاہ پگڑی کے سامنے امریکا کا وقار تار تار ہو رہا تھا۔ امریکا کی ٹیکنالوجی اور غرور سرنگوں ہو گیا۔ امریکا کل تک جن کو دہشت گرد قرار دے رہا تھا، آج ان سے امن کی ضمانت لینے کے لیے معاہدے پر دستخط کر رہا تھا۔ سبحان اللہ!

افغان لباس میں ملبوس محترم ملا عبدالغنی برادر نے قلم اٹھایا اور مغربی لباس پہنے امریکی حریف کی طرف دیکھا، جب زلمی خلیل زاد نے معاہدے پر دستخط شروع کیے تو محترم ملا بردار اخوند نے بھی چار صفحوں پر مشتمل معاہدے پر دستخط کیے۔ اس موقع پر ایک بار پھر ہال تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھا۔ ملا برادر اخوند نے معاہدے پر دستخط کے بعد امریکی نمائندے زلمے خلیل زاد سے ہاتھ ملایا۔ الجزیرہ، فاکس نیوز، طلوع نیوز اور دیگر بین الاقوامی ذرائع ابلاغ پر براہ راست نشر ہونے والے اس پروگرام کو دنیا بھر میں لاکھوں افراد دیکھ رہے تھے۔ یہ اس صدی کی سب سے بڑی خبر تھی۔ جب ایک سپر پاور نے سرنڈر معاہدے پر دستخط کر کے اپنی تاریخ کی طویل جنگ کے خاتمے کا اعلان کیا۔ اس نے مجاہدین کی عسکری اور سیاسی قوت کو تسلیم کر کے ان کے ساتھ معاہدہ کیا۔

یوں یہ تقریب باضابطہ طور پر اختتام پذیر ہوئی۔ صحافیوں نے اس تاریخی معاہدے بارے انٹرویو شروع کیے۔ امارت اسلامیہ کے سیاسی نمائندوں نے متعدد میڈیا ذرائع سے بات چیت کی۔ سیاسی دفتر کے سربراہ محترم ملا برادر اخوند سے امریکا، ترکی، انڈونیشیا اور ازبکستان کے وزرائے خارجہ نے ملاقات کی اور روس کے خصوصی نمائندے اور دنیا کے مختلف ممالک کے نمائندوں نے اس تاریخی معاہدے پر انہیں مبارک باد پیش کی۔ اس طرح ہماری تاریخ میں ایک اور قابل فخر باب کا اضافہ ہوا۔ ہماری نئی نسل اس دن جشن منائے گی۔ تاریخ میں یہ درج ہو گا کہ ایک سپر پاور اور اس کے 48 اتحادی ممالک کو چند غیور افغانوں نے شکست دے کر ان کو ملک سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ جس پر ہم سب اللہ کا شکر ادا کرتے اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام شہداء کی قربانیاں قبول فرمائے۔ ان کے خون کی برکت سے وطن عزیز میں اسلامی نظام نافذ فرمائے اور ملک کو امن کا گہوارہ بنائے۔ آمین

امارت اسلامیہ کے قیام کی ضرورت

عبدالرحیم ثاقب

طالبان اور دیگر مصنفین نے افغانستان میں ملا محمد عمر (مجاہد) کی کوششوں سے اسلامی تحریک کے قیام بارے بہت سی تحریریں اور کتابیں لکھی ہیں۔ ایک سوال بارے کسی نے نہیں لکھا کہ طالبان کی اسلامی تحریک 'امارت اسلامیہ' میں کیوں کر تبدیل کی گئی؟! پہلے اس جدوجہد کا نام 'تحریکِ اسلامی طالبان' تھا۔ بعدازاں اس کا نام تبدیل کر کے 'امارت اسلامیہ افغانستان' رکھ دیا گیا۔ قندھار میں علمائے کرام کا ایک بہت بڑا اجلاس ہوا۔ اس میں 1500 سے زائد علمائے کرام نے شرکت کی۔ ملا محمد عمر (مجاہد) نے ان کی مشاورت کے بعد تحریک کا نام تبدیل کر کے 'امارت' رکھ دیا۔ اس کے متعدد عوامل تھے، جو ملا محمد عمر (مجاہد) کی جانب سے تحریک اسلامی کو امارت اسلامیہ میں تبدیل کرنے کا باعث بنے۔ وہ اسباب درج ذیل ہیں:

- تحریک اسلامی طالبان کے قیام کے دوران افغانستان خانہ جنگی کے شعلوں میں جل رہا تھا۔ اس آگ نے جہاد کے تمام مقاصد اور امیدوں کو راکھ کر دیا تھا۔ طالبان تحریک کی بنیاد تنظیمی اختلافات اور جنگوں کے خاتمے کے لیے رکھی گئی تھی۔ اس کی تشکیل سیاسی اور عسکری طور پر کسی تنظیم کی طرح کی گئی۔ ملا محمد عمر (مجاہد) نے تنظیمی ڈھانچے کو ایک جامع اور وسیع 'امارت' میں تبدیل کر دیا، تاکہ سوویت یونین کے خلاف مصروف جہاد تمام مجاہدین کو 'امارت اسلامیہ' کے پرچم تلے جمع کر کے جہاد کے ادھورے مقاصد اور نامکمل امیدوں کو پورا کرنے کے لیے مشترکہ جدوجہد کی جائے۔

چوں کہ جہاد کا بنیادی مقصد اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام اور شرعی احکام نافذ کرنا ہے۔ لہذا فقہ میں بہت سے اصول موجود ہیں، جن کے نفاذ کے لیے امیر اور امارت کی موجودگی ضروری ہے۔ ملا محمد عمر (مجاہد) نے اسی مقصد کے لیے امارت اسلامیہ کا قیام عمل میں لایا، تاکہ اسلامی شریعت کے ان قوانین کو نافذ کیا جاسکے، جو معاشرے کی سلامتی اور امن کے لیے ضروری ہیں۔ مثال کے طور پر چور کا ہاتھ کاٹنا، ایک بے گناہ انسان کو قتل کرنے پر قاتل کو قصاص کی سزا دینا وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

- اسلامی تحریک کے قیام کے وقت عوام کی سب سے بنیادی ضرورت امن تھی۔ امن قائم کرنے کے لیے بنیادی طور پر ایسے اقدامات کی ضرورت تھی، جو فطری طور پر لوگوں کو امن و سکون کا احساس دلائیں۔ یہی وجہ ہے کہ قیام امن امارت اسلامیہ کی بنیادی خصوصیت تھی، جس کا دوست اور دشمن دونوں اعتراف کرتے ہیں۔ تب چند محدود افراد پر ان شرعی قوانین کا نفاذ پورے ملک میں قیام امن، عوام کی خوش حالی اور سکون کا باعث بنا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۷۹﴾

- افغانستان میں روسی حملے کے خلاف افغان قوم کا جہاد اس لیے تھا کہ افغانستان پر سوویت قبضے اور کمیونسٹ نظام کے خاتمے کے بعد یہاں اسلامی نظام کی حکمرانی ہوگی۔ اس ملک کے تمام امور شرعی نظام اور اسلامی قوانین کی روشنی میں انجام پائیں گے۔ تب کے حالات میں مطلوب نظام کے لیے ایک باقاعدہ فریم ورک تشکیل دینا ناممکن تھا۔ لہذا ملا محمد عمر (مجاہد) نے اسلامی تحریک طالبان کو امارت اسلامیہ میں تبدیل کیا، تاکہ پورے ملک میں ایک جامع اسلامی نظام قائم کیا جاسکے۔ اس کو تمام تنظیمی اور سیاسی اختلافات سے دور رکھا جائے۔ اس اقدام کی وجہ سے جہادی تنظیموں کے بیشتر مخلص مجاہدین بغیر کسی عہدے اور سیاسی مراعات کے لالچ کے امارت اسلامیہ میں شامل ہوگئے۔ انہوں نے جہاد کے ادھورے مقاصد حاصل کرنے کے لیے اس نظام کے تحت دوبارہ سرگرمیوں کا آغاز کر دیا۔

مثال کے طور پر ملکی اور بین الاقوامی سطح پر مشہور جہادی شخصیت مولوی جلال الدین (حقانی)، سوویت قبضے کے دوران جہادی تنظیم کے اہم رہنما مولوی محمد یونس خالص، جہادی رہنماؤں میں مشہور شخصیت الحاج مولوی محمد نبی (محمدی)، مشہور جہادی شخصیت شہید مولوی نصراللہ منصور کا تمام خاندان، مشہور جہادی شخصیت الحاج ملا محمد ربانی، مشہور جہادی اور علمی شخصیت مولوی جلیل اللہ مولوی زادہ، صوبہ زابل کے مشہور جہادی کمانڈر شہید ملا مدد کا پورا خاندان، اسلامی انقلاب کابل کے مشہور جہادی کمانڈر شہید مولوی شفیع اللہ کے بھائی مولوی صدیق اللہ صاحب، زابل کے مشہور جہادی کمانڈر ملا عبدالسلام راکٹی، جنوبی علاقے کے مقبول جہادی کمانڈر مولوی ارسلا رحمانی، شمالی علاقے میں حرکت انقلاب اسلامی تنظیم کے کوآرڈینیٹر مولوی عبدالجبار اور دیگر جہادی شخصیات ہیں۔ ان سب نے امارت اسلامیہ کے قیام کے بعد ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جدوجہد کی۔

اگرچہ مذکورہ بالا جہادی رہنماؤں میں سے ہر ایک اپنے اپنے علاقے میں ملا محمد عمر مجاہد سے مشہور اور صاحب حیثیت تھا۔ ان کا فوجی، سیاسی اور معاشرتی اثر و رسوخ زیادہ تھا۔ تاہم انہوں نے امیر المومنین ملا محمد عمر (مجاہد) میں جہاد کے ادھورے مقاصد پورے کرنے کی صلاحیت دیکھ کر ان کی قیادت تسلیم کی اور اپنے تمام سیاسی، فوجی اور معاشرتی اثر و رسوخ کو پس پشت ڈال دیا۔ اس عظیم فرض کی تکمیل کے لیے ملا محمد عمر (مجاہد) کو شرعی امیر منتخب کیا گیا۔ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے ان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔

امارت اسلامیہ کی عوام دوست پالیسی

ابو صہیب حقانی

امارت اسلامیہ نے ابتداء ہی سے عوام کے لیے ہمدردی، نرمی، شفقت اور محبت سے بھرپور پالیسی نافذ کی ہے۔ امارت اسلامیہ کے تینوں اُمراء امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد، شہید امیر المومنین منصور رحمہما اللہ اور امیر المومنین شیخ صاحب حفظہ اللہ نے عوام کے ساتھ محبت اور اخوت کا جو رشتہ قائم کیا تھا، عوام سے اظہار محبت اور ہمدردی کے لیے مجاہدین کو جو ہدایت دی تھیں، وہ سب کچھ ہمارے سامنے ہے۔ ان سب کی یہی پالیسی رہی ہے کہ مجاہدین عوام کے ساتھ نیک سلوک کریں۔ ان کے ساتھ اپنے بچوں کی طرح برتاؤ کریں۔ نرمی، اچھے اخلاق، ہمدردی اور اخوت کا رویہ اپنائیں۔

عالی قدر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے حوالے سے مشہور ہے کہ جب صوبہ ہرات کے اہم رہنما کمانڈر اسماعیل خان کو گرفتار کیا گیا تو اُسے ہتھکڑیاں لگا کر پیش کیا گیا۔ جب امیر المومنین نے اُسے دیکھا تو ان کی سابقہ جہادی خدمات یاد آگئیں۔ امیر المومنین نے حکم دیا کہ 'ان کی ہتھکڑیاں کھول دی جائیں۔ ان کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ مناسب رہائش فراہم کی جائے۔' کافی عرصے کے بعد اسماعیل خان نے خود اعتراف کیا کہ جب وہ قندھار میں قید تھے تو ملا محمد عمر مجاہد کے حکم پر طالبان ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے اور ان کے انسانی وقار کا پورا خیال رکھا گیا۔

شہید امیر المومنین منصور صاحب تقلبہ اللہ بارے یہ بھی مشہور ہے کہ جب پہلی بار مجاہدین قندوز شہر میں داخل ہوئے تو منصور صاحب نے ایک فرمان جاری کر کے تمام مجاہدین کو ہدایت دی کہ عوام کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئیں اور نیک برتاؤ کریں۔ ہتھیار ڈالنے والے اہل کاروں کو معاف کیا جائے۔ جب فوجی اور پولیس اہل کار سرنڈر ہوئے تو مجاہدین نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ اس فرمان کے مطابق سب قید ہونے والوں کو رہا کر دیا اور بڑے احترام کے ساتھ ان کو آزاد کر دیا گیا۔

موجودہ امیر المومنین شیخ صاحب حفظہ اللہ مسلسل عید کے موقع پر اپنے پیغامات اور مختلف مواقع پر مجاہدین کو یاد دلاتے ہیں کہ وہ عوام سے اظہار ہمدردی، غیور عوام کے ساتھ مشفقانہ رویہ اور مفتوحہ علاقوں میں کے رہائشیوں کے ساتھ ہر قسم ممکنہ تعاون کیا جائے۔ زندگی کے تمام معاملات میں معاونت فراہم کی جائے۔ اگر کوئی فوجی ہتھیار ڈال دیتا یا اسے گرفتار کر لیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ نیک نیتی، اسلامی اور انسان دوستی کا سلوک کیا جائے۔ اگر اس کا کوئی جرم نہیں ہے تو اسے سمجھانے، ہمدردی کرنے اور دشمن کی صف میں دوبارہ شامل نہ ہونے کا پختہ عہد لینے کے بعد اسے رہا کر دیا جائے۔ یہ اقدام اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ امارت اسلامیہ اور اس کے ہمدرد قائدین دنیا کے دوسرے صدور کے برعکس ایک مضبوط، اعتدال پسند اور انصاف پر مبنی پالیسی اور اسلامی نظریہ اخوت کے مشن پر گامزن ہیں۔ وہ مجاہدین کو بھی یہی ہدایات دیتے ہیں کہ اسلام اور انسان دوستی کا پیغام عام کیا جائے۔

کئی بار ایسا بھی ہوا کہ جب مجاہدین دشمن کے کسی فوجی اڈے یا چوکی پر حملہ کرتے تو پہلے افغان فوجیوں کو پیغام بھیجتے کہ ہتھیار ڈال کر جنگ سے دست بردار ہو جائیں۔ ہم تمہیں تحفظ کی ضمانت دیں گے۔ آپ امریکی مقصد کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش نہ کریں۔ آپ لوگ خطرے اور ہلاکت کے بجائے امن کے راستے کا انتخاب کریں۔ جب وہ امن کا پیغام ٹھکرا کر مقابلہ کرنے کا کہتے، تب اُن پر جنگ مسلط کی جاتی۔ البتہ جب انہیں گرفتار کر لیا جاتا تو ان کے

ساتھ اپنائیت والا رویہ اختیار کیا جاتا۔ زخمی قیدیوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ امیر المومنین شیخ صاحب (حفظہ اللہ) کی جانب سے اعلانِ عام معافی کے بعد قید فوجیوں کو راستے کا کرایہ اور خرچہ دے کر رہا کر دیا جاتا ہے۔ ان میں سے زیادہ تر سپاہی مجاہدین کے اچھے اور اعلیٰ اخلاق سے متاثر ہو کر دوبارہ کبھی مجاہدین سے دشمنی نہیں کرتے ہیں۔ وہ خود بھی جہاد کو ایک مقدس فریضہ سمجھ کر مجاہدین کے شانہ بشانہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔

کسی شہید نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ ہم نے ایک چوکی فتح کر لی۔ اس دوران ہمارے کمانڈر نے ہدایت دی کہ دشمن کے فوجیوں کو ہلاک کرنے سے حتی الوسع اجتناب کریں۔ اللہ کے فضل سے ہم نے چوکی میں موجود تمام فوجیوں کو گرفتار کر لیا۔ ہم وہاں سے غنیمت میں ملنے والا گولہ، بارود اور ہتھیار اپنے ساتھ لے گئے۔ ہمارے پاس گرفتار فوجیوں کو لے جانے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ ہماری تعداد بھی ان سے کم تھی۔ لہذا ہم نے ان کو ایک دوسرے سے باندھ دیا۔ وہ بہت خوش ہوئے کہ ہم نے انہیں قتل نہیں کیا۔ اُنہیں اپنے تحفظ کا اتنا یقین ہو گیا کہ جب ہم جا رہے تھے تو ایک سپاہی نے کہا قاری صاحب! اگر آپ تکلیف محسوس نہ کریں تو وہ تھوک دان قریب کر دیں، میں اس میں نسوار ڈالتا ہوں۔ قاری صاحب کہتے ہیں کہ 'میں اس بات پر ہنس پڑا۔' میں نے تھوک دان اس کے پاس رکھ دیا اور پوچھا کہ مزید کوئی خدمت؟ سب قیدیوں نے کہا کہ 'اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ اللہ تمہیں خیریت سے پہنچائے۔'

امارت اسلامیہ کی اس پالیسی میں نہ صرف افغان فورسز شامل ہیں، بلکہ غیر ملکی بھی شامل ہیں، جنہیں مجاہدین نے قید کیا ہے۔ ان کے ساتھ نیک سلوک کیا ہے۔ قیادت نے مستقل طور پر ہدایت کی ہے کہ قیدیوں کے ساتھ نیک سلوک کریں۔ اُن کے ساتھ اسلامی اخلاق سے پیش آئیں۔ انسانی وقار کے ساتھ برتاؤ کریں۔ جیسا کہ سب نے دیکھا، جب محترم انس حقانی کے تبادلے میں آسٹریلیا کے پروفیسر 'ٹیموٹی ویکس' سمیت دو اساتذہ کو رہا کیا گیا تو وہ مجاہدین کے اچھے اخلاق سے اتنے متاثر تھے کہ وہ مجاہدین کے مداح بن گئے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا اور ٹیموٹی ویکس نے 'افغانستان امن' کے نام سے ٹویٹر پر اکاؤنٹ کھولا۔ انہوں نے حال ہی میں قطر میں امریکا کے ساتھ تاریخی معاہدے کی تقریب میں شرکت کی خواہش ظاہر کی۔ امارت اسلامیہ نے انہیں دعوت نامہ بھیجا، وہ قطر آ گئے۔ البتہ عین موقع پر امریکی اہل کاروں نے انہیں تقریب میں شرکت کی اجازت نہیں دی، جس پر انہوں نے افسوس کا اظہار کیا۔

ایسے بہت سے واقعات تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں کہ دوران حراست دشمن کے قیدی مجاہدین کے اچھے اخلاق سے کتنے متاثر ہوتے ہیں۔ جب کہ کچھ تو مشرف بہ اسلام بھی ہوئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ افغان قوم نے مجاہدین کے ساتھ ہر موقع پر تعاون کیا ہے۔ ہر ممکن مدد کی ہے۔ مجاہدین بھی اس قوم کا خیال رکھتے اور اس کے ساتھ نیک برتاؤ کرتے ہیں۔ مجاہدین اس قوم کو ہرگز مایوس نہیں کریں گے۔ مجاہدین قرآن مجید کی آیت 'هل جزاء الاحسان الا الاحسان' کے مطابق اپنے لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کرتے اور ہمہ وقت اپنی قوم کی خدمت مصروف رہتے ہیں۔

اسی وجہ سے امارت اسلامیہ نے ملک بھر میں شجر کاری مہم شروع کی ہے۔ سڑکیں، پُل اور بازار تعمیر کیے ہیں۔ ہسپتال اور اسکول کھولے ہیں۔ عوام کو ہر ممکن سہولیات فراہم کی جا رہی ہیں۔ اسلامی عدالتوں کے ذریعے فوری انصاف فراہم کیا جا رہا ہے۔ اس کے باعث اب شہری علاقوں کے لوگ بھی امارت اسلامیہ کی عدالتوں سے رجوع کرتے ہیں۔ یہاں رشوت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ جب ملک میں امارت اسلامیہ کا نظام نافذ ہو گا، تب عوام ترقی اور خوش حالی کا نیا دور دیکھیں گے۔ امارت اسلامیہ کے امیر المومنین شیخ صاحب حفظہ اللہ نے کابل انتظامیہ کے تمام افراد کے لیے عام معافی کا اعلان کر دیا ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ ملک کی تعمیر نو اور ترقی کے لیے مجاہدین کے شانہ بشانہ کردار ادا کریں۔

دوحہ معاہدہ اور صلح حدیبیہ

سیف العادل احرار

29 فروری کو قطر کے دار الحکومت دوحہ میں امریکا اور امارت اسلامیہ کے درمیان جنگ کے خاتمے کے معاہدے پر دستخط ہوئے۔ جس کے تحت اگلے 14 ماہ میں تمام قابض افواج افغانستان سے انخلا کریں گی اور یہاں ایک اسلامی حکومت قائم کی جائے گی۔ یہ معاہدہ حقیقت میں فتح مبین کا آغاز ہے۔ اس نے افغان قوم کے ساتھ امت مسلمہ میں ایک نیا جذبہ پیدا کیا ہے۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو اس معاہدے کی وجہ سے شکوک و شبہات کا اظہار کر رہے اور مایوس ہیں۔ کچھ لوگ سیرت النبی ﷺ سے ناواقف اور جہالت کی بنیاد پر غیر ضروری اعتراضات اٹھا رہے ہیں۔ کچھ لوگ ذہنی بیمار ہیں۔ وہ سیکولر نظریے کے علمبردار ہیں۔ وہ اسی تعصب کی بنیاد پر غیر معقول اعتراضات کرتے اور اضطراب پیدا کر رہے ہیں۔

لاعلمی کی وجہ سے اعتراض کرنے والوں کی خدمت میں عرض ہے کہ صلح حدیبیہ کے وقت بھی کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس معاہدے سے ناخوش تھے۔ وہ بار بار سوال کر رہے تھے۔ جب کہ اللہ تعالی نے اسے فتح مبین قرار دیا۔ اس معاہدے کی شرائط اور دوحہ معاہدے کی شرائط میں کافی مماثلت ہے۔ دونوں کے چیدہ چیدہ نکات اور ان میں مماثلت پیش خدمت ہے۔

❖ اس معاہدے میں جہاں بھی 'امارت اسلامیہ' لکھا ہے۔ اس کے ساتھ بریکٹ میں لکھا ہے کہ (جسے امریکا بطور ریاست تسلیم نہیں کرتا اور وہ اُسے طالبان کے نام سے یاد کرتا ہے۔)

اکثر لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ امارت کو تسلیم کیوں نہیں کیا گیا؟ 'امارت' ایسی اصطلاح ہے، جسے اسلام دشمن برداشت نہیں کر سکتے۔ مذاکرات کی طوالت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امریکا اور طالبان نے اس پر طویل بحث کی اور ہر ایک نے دلائل دیے۔ تاہم امارت کی قیادت اس میں کامیاب ہوگئی کہ معاہدے میں طالبان کے لیے امارت اسلامیہ کا نام ہی استعمال کیا جائے۔ البتہ بریکٹ میں اس کی وضاحت کی خاص اہمیت نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ صلح حدیبیہ کے وقت بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ معاہدے کے شروع میں 'بسم اللہ الرحمن الرحمن' لکھا گیا تو مشرکین کی جانب سے مذاکراتی وفد کے سربراہ سہیل نے اعتراض کیا کہ ہم 'رحمن' کو نہیں جانتے۔ اس لیے عرب کے دستور کے مطابق 'باسمك اللهم' لکھا جائے۔ آپ ﷺ نے یہ شرط مان لی۔ جب آپ ﷺ نے یہ لکھوایا کہ 'یہ وہ معاہدہ ہے، جو محمد رسول اللہ اور سہیل بن عمرو کے مابین طے پایا ہے۔' اس پر سہیل نے لفظ 'رسول اللہ' پر اعتراض کر دیا کہ 'اگر ہم آپ کو رسول ہی مانتے تو جھگڑا کس بات کا ہے؟ لہذا آپ معاہدے میں محمد بن عبداللہ لکھیں۔' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ 'رسول اللہ' کا لفظ بھی ہٹا دیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو آپ ﷺ نے خود کاٹ دیا۔ کیوں کہ اس میں مسلمانوں کا کوئی نقصان نہیں تھا۔

❖ اس معاہدے میں امارت اسلامیہ نے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ وہ القاعدہ کے ارکان کو افغانستان میں کارروائی کی اجازت نہیں دے گی۔ القاعدہ اور دیگر جہادی تنظیموں کے رہنماؤں کو سیاسی پناہ، ویزا، پاسپورٹ اور قانونی دستاویزات نہیں دے گی۔

بالکل اسی طرح صلح حدیبیہ میں بھی طے ہوا تھا۔ جب کہ وہاں اس سے بھی سخت معاہدہ طے ہوا تھا کہ 'قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر بھاگ کر محمد ﷺ کے پاس جائے گا، محمد ﷺ اسے واپس کریں گے۔ البتہ اگر محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس آئے گا، قریش

اسے واپس نہیں کریں گے۔' بعدازاں قریش کو اس شرط کا کیا خمیازہ بھگتنا پڑا، وہ تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔

❖ افغانستان میں القاعدہ کو سرگرمیوں کی اجازت نہ دینا بھی معاہدے میں شامل ہے۔

البتہ صلح حدیبیہ کے دوران سہیل بن عمرو کے بیٹے 'ابوجندل' مسلمان ہو چکے تھے۔ سہیل بن عمرو نے اپنے بیٹے ابوجندل کو قید کر رکھا تھا۔ وہ بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے مسلمانوں کے پاس پہنچے کہ مجھے مشرکین کی قید سے چھڑا کر اپنے ساتھ لے چلو۔ جب سہیل نے اسے مسلمانوں کے حوالے کیے بغیر صلح سے انکار کیا تو آپ ﷺ نے ابوجندل کو تسلی دے کر سہیل کے حوالے کر دیا کہ 'آپ تھوڑا اور صبر کریں۔ اللہ آپ کے لیے خلاصی کی راہ نکال لے گا۔'

اسی دوران قریش کے پُرجوش اور جنگ باز ستر اسی کے قریب نوجوانوں نے صلح کے معاہدے کو سبوتاژ کرنے کے لیے مسلمانوں میں گھس کر ہنگامہ برپا کرنے کی کوشش کی۔ آپ ﷺ کے جاں بازوں نے انہیں گرفتار کر لیا، مگر آپ ﷺ نے صلح کی خاطر ہنگامہ برپا کرنے والوں کو معاف کر دیا۔ اب بھی کابل انتظامیہ کے سربراہ اور ان کے قریبی لوگ جارحیت کے خاتمے کا معاہدہ سبوتاژ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اُن کے یہ حربے ناکام ہوں گے اور مجاہدین اپنے عہدوپیمان پر قائم ہیں۔

یہاں بھی لوگوں کو یہ شبہ ہے اگر طالبان کا جہاد جائز ہے تو القاعدہ کے ساتھ تعلق کیوں ختم کیا گیا ہے؟ یہ شرط کیوں قبول کی گئی ہے؟ اگر معاہدہ کرنا تھا تو پھر 18 برس تک جہاد کیوں کیا گیا؟ امریکا تو ہمارا دشمن ہے۔ اس کے ساتھ معاہدے کی کیا تک ہے؟ صلح حدیبیہ کے وقت بھی ایسی باتیں ہو رہی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ 'ہم اگلے سال مکہ جا کر بیت اللہ کا طواف کریں گے۔' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ اللہ کے رسول! یہ سچ نہیں کہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا 'ایسا ہی ہے!' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا: 'کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہمارے فوت شدہ جنت جائیں گے اور اُن کے دوزخ میں جائیں گے؟' اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'ہاں، ایسا ہی ہے۔'

آپ ﷺ نے صلح کے بعد تین دن تک حدیبیہ میں قیام فرمایا۔ پھر روانہ ہوئے تو راستے میں یہ سورت نازل ہوئی:

'إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا'

ہم نے تجھ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی!

مسلمان جس معاہدے کو شکست سمجھ رہے تھے، خدا نے اسے فتح مبین قرار دیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے تعجب سے پوچھا: 'کیا یہ فتح ہے؟' ارشاد ہوا کہ: 'ہاں!' تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تسکین ہو گئی اور وہ مطمئن ہو گئے۔

آج ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود تشریف فرما نہیں ہیں۔ البتہ اُن پر نازل ہونے والی وحی قرآن وسنت موجود ہے۔ ہم اسوہ حسنہ پر عمل کریں گے تو نجات پائیں گے۔ ہمیں کامیابی ملے گی۔ امارت اسلامیہ کی قیادت علمائے کرام کر رہے ہیں۔ ہم ان کی ہدایات کے مطابق جہاد کا مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ کفار کے ساتھ صلح سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله

اور اگر وہ صلح کے لیے مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو!

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی مقصد کے لیے ہے، تاکہ ہم ہر معاملہ حل کرنے کے لیے اس سے رہنمائی حاصل کریں۔ اپنی روزمرہ کی سیاست سیکھنے، اس پر عمل کرنے اور استعمال کرنے کے لیے سیرت سے تعلق جوڑیں۔ اللہ تعالیٰ حدیبیہ کی طرح یہاں بھی فتح کے اسباب اور امکانات مہیا کر دے گا۔ ان شاءاللہ! سب سے پہلے عالمی جغرافیے میں اپنا مقام حاصل کرنا اور ملک آزاد کرنا ضروری ہے۔ ہمیں اپنے قائدین کے طرزِ عمل پر یقین رکھنا چاہیے۔ اگر وہ متقی اور پرہیزگار ہیں اور اللہ کا خوف اُن کے دل میں ہے تو ہمیں ان کی قیادت اور بصیرت پر غیر متزلزل اعتماد کرنا چاہیے۔

ریاستہائے متحدہ امریکا کیساتھ جارحیت کے خاتمہ کے معاہدے کے متعلق

امارت اسلامیہ کے زعیم امیر المؤمنین

شیخ ہبۃ اللہ اخند زادہ حفظہ اللہ کا پیغام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا.

الحمد لله الذي صدق وعده ونصر عبده و اعز جنده وهزم الأحزاب وحده والصلوة والسلام على من لانبي بعده وعلى اله واصحابه الذين نشروا دينه،امابعد :

جب ۰۷ اکتوبر ۲۰۰۱ ء کو امریکی قیادت میں اتحاد نے ہماری سرزمین پر جارحیت کی ،اللہ تعالی کی نصرت اور افغان غیور ملت کی نمائندگی میں امارت اسلامیہ اس پر قادر ہوئی، کہ لگ بھگ ۱۹ برس جہاد اور جدوجہد کے بعد آخر کار افغانستان سے جارحیت کے خاتمے کے معاہدہ تک پہنچ گئی۔

یہ تمام مسلمان اور مجاہد ملت ، بہن بھائیوں کی مشترکہ کامیابی ہے،جنہوں نے دو دہائیوں تک جان و مال کی عظیم اور تاریخی قربانیاں دیں۔

افغانستان سے تمام بیرونی افواج کا مکمل انخلا اور مستقبل میں ہر قسم کی عدم مداخلت کی یقین دہانی ایک عظیم کامیابی ہے۔

امارت اسلامیہ اس عظیم کامیابی کی مناسبت سے عوام کے مختلف طبقات،خاص کر مجاہدین، شہداء کے خاندانوں،

قیدیوں، زخمیوں، معذوروں، مہاجرین اور تمام ملت کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتی ہے اور اس عظیم فتح کو اللہ تعالی کی نصرت، مجاہدین کی قربانیوں، اپنی ملت کے اخلاص، جدوجہد، تھکاوٹ اور قربانیوں کا نتیجہ سمجھتی ہے۔

اس عظیم کامیابی کے بعد حالات کے متعلق مجاہدین اور تمام ملت کے توجہ کو درج ذیل نکات کی جانب مبذول کروانا چاہتا ہوں:

-امریکی فریق سے جارحیت کے خاتمہ پر معاہدے کے نتیجے میں ہماری ملت جارحیت سے نجات حاصل کریگی. اہم ترین کامیابی اللہ تعالی کا خصوصی احسان، نصرت اور عظیم انعام ہے، ہم نے اس کامیابی کو کسی کا کمال سمجھنا نہیں چاہیے، بلکہ اسے اللہ تعالی کا انعام اور تمام مجاہد ملت کی قربانیوں کا محصول سمجھنا ہے۔

-امارت اسلامیہ کی جانب سے امریکی فریق کیساتھ ہونے والے معاہدات شرعی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کیے گئے اور عالمی معیارات کے عین مطابق ہیں، تمام مجاہدین اور افغان عوام کی جانب سے عہد اور وعدہ کیا گیا ہے،جسے عملی جامہ پہنانا ضروری ہے، امارت اسلامیہ کا کوئی ذمہ دار، فرد اور مجموعی طور پر کوئی اہل وطن ان معاہدات کی خلاف ورزی نہ کریں اور اس حوالے سے سبھی اپنے آپ کو پابند سمجھے، کیونکہ اسلام میں غداری اور فریب کی کوئی جگہ نہیں ہے اور اسے عظیم گناہ سمجھا جاتا ہے، البتہ اگر مخالف فریق کی جانب سے معاہدہ کی خلاف ورزی کی جائے، تو تمام ملت ماضی کی طرح مضبوط دفاع کے لیے آمادہ ہوگی۔

-افغان مسلمان ملت اور خاص کر مجاہدین حاصل کردہ کامیابیوں کے متعلق اللہ تعالی کا شکر ادا کریں،اپنے آپ کو تقوی، دیانتداری اور ایمانداری کے لیے مزید پابند سمجھے. تکبر، غرور، اپنے آپ کو اعلی اور دوسروں پر فوقیت دینے سختی سے گریز کریں، ، کیونکہ یہ جہاد اور فتح کے جذبے سے متصادم ہے۔

-امریکی فریق کیساتھ کامیاب مذاکرات نے ثابت کردیا، کہ ہر قسم پیچیدہ موضوعات کے حل کے لیے راہ تلاش کی جاسکتی ہے، ان مذاکرات کی کامیابی امارت اسلامیہ کی جانب سے تمام داخلی فریق کو یہ پیغام پہنچاتی ہے، کہ ہم ایک معقول اور منصفانہ حل کے لیے تیار ہیں، آئیے اپنی ملت کے مذہبی اور ملی اصولوں کی روشنی میں مسائل کا حل تلاش کریں، کابل انتظامیہ بھی عوام کی مخالفت سے دستبردار ہوجائے۔

-امارت اسلامیہ کو دنیا اور خاص کر خطے کے ممالک کیساتھ دو جانبہ مثبت تعلقات پر یقین ہے اور پڑوسی ممالک سے بہترین ہمسائیہ کے اصولوں کو پابند ہے۔

-ہم اپنی مصیبت زدہ عوام کو تسلی دیتے ہیں کہ منصفانہ اور حقیقی اسلامی نظام کے سائے ملک کے تمام خواتین و حضرات کو ان کے حقوق دیے جائینگے۔

-امارت اسلامیہ کی مخالفت میں اگر کسی نے حصہ لیا ہو اور عام طور پر ہر وہ شخص جنہیں امارت اسلامیہ سے تشویش ہے، ان کے تمام گذشتہ اعمال پر ہم انہیں عفوہ اور درگزر کرتےہیں، مستقبل میں ان کے لیے اسلامی اخوت، ملی محبت اور بہترین زندگی کے خواہاں ہیں-

-امارت اسلامیہ معیاری) دینی اورجدید (تعلیم، روزگار، تجارت، ترقی، آبادی اور تمام اجتماعی امور میں پیشرفت کےلیے راہ ہموار کرتی ہے، کیونکہ یہ افغانوں کا بنیادی حق اور ہمارے ملک کی ترقی ، عوام کی بھلائی وبہبود اور خوشحالی کے لیے حیاتی اور لازمی ضرورت ہے-

-امارت اسلامیہ کے مجاہدین اپنی صفوف کو مزید منظم، متحرک اور قوی تر کریں، تاکہ اپنے اس عظیم ہدف تک پہنچ جائےجو جارحیت کے خاتمے کے بعد اسلامی نظام کا نفاذ اور عوام کا سکون ہے اور مستقبل میں ہر قسم برے واقعات کی روک تھام، اسلامی نظام کے تحفظ اور ملک گیر امن و امان کے استحکام کی راہ میں ممکنہ خطرات سے نمٹنے اور عوام کی خدمت کرنے کو تیار ہوجائے-

-امارت اسلامیہ مؤمن ملت کے مختلف طبقات علماء کرام، قومی عمائدین،با اثر شخصیات، دانشور، اساتذہ، طلبہ اور عام عوام سے مطالبہ کرتی ہے، جیسا کہ جارحیت کے خاتمہ کے عمل میں بھرپور اخلاص اور اپنے مجاہد بھائیو کیساتھ کھڑے ہوئے،اسی طرح داخلی موضوعات کے حل کی راہ میں بھی اپنے اتحاد اور تعاون کو جاری رکھیں، تاکہ یہ مرحلہ بھی کامیابی کے منزل تک پہنچ جائے اور افغانستان منصفانہ اسلامی نظام اور صلح سے لطف اندوز ہوجائے-

-آخر میں مملکت قطر کے امیر جانب شیخ تمیم بن حمد آل ثانی کا شکریہ ادا کرتاہوں، جنھوں نے مذاکرات کے لیے سہولیات فراہم کیں اور اس عمل کیساتھ مخلصانہ تعاون کی، اسی طرح پاکستان، ازبکستان، چین، ایران، روس، انڈونیشا، ترکمنستان، کرغیزستان، متحدہ عرب امارات اور دیگر تمام ممالک کا بھی شکریہ ادا کرتاہوں، جنھوں نے مذاکرات کے سلسلے میں تعاون کی- والسلام

امیرالمؤمنین شیخ ہبۃاللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

زعیم امارت اسلامیہ افغانستان

۰۵رجب المرجب ۱۴۴۱ ھ ق

۲۹فروری۲۰۲۰ ء

۱۰حوت ۱۳۹۸ ھ ش

افغانستان پر قبضہ ختم کرنے کے معاہدے پر دستخط کرنے پر امارت اسلامیہ افغانستان کے نائب سربراہ

الحاج خلیفہ [ملا سراج الدین حقانی] حفظہ اللہ کی

طرف سے یقین دہانی کے چند کلمات:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله، قال الله تبارک وتعالى : وقل جاءالحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔ (صدق الله العلی العظيم)

ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر ہمیں تسلیم اور اعتراف کرنا چاہئے کہ صدر اسلام سے لیکر آج تک بہت ساری قربانیوں کے نتیجے میں اسلام کا تحفظ کیا گیاہے اور ہم تک ان قربانیوں کی بدولت اسلام پہنچاہے، اس سلسلے میں اسلام کے ہر شعبے اور ہر دور کے مخلصین اور وفاداروں کی خدمات کو سراہا گیا ہے۔

دو دہائیوں سے ہمارے ملک اور قوم پر جو ناجائز جنگ مسلط کی گئی ہے، اس کے خلاف مجاہدین اور مسلمانوں کی مضبوط مزاحمت، تاریخی جہاد اور اللہ تعالی کی راہ میں عظیم قربانیوں، جانثار مجاہدین، قیدیوں اور غیور عوام کی خدمات اور قربانیاں تاریخ کا سنہری باب ہیں۔

ان قربانیوں اور فداکاریوں کے وصول کنندہ کے طور پر ۲۹ فروری کو ہمارے پیارے ملک (افغانستان) سے امریکی افواج کے مکمل انخلا اور جارحیت کے خاتمے کے لئے قطر کے دارالحکومت دوحہ میں امریکہ اور امارت اسلامیہ کے درمیان تاریخی معاہدے پر دستخط ایک تاریخی واقعہ تصور کیا جاتاہے۔

میں پہلے اپنی قوم اور مجاہد عوام کو اور پھر محترم امیر المومنین شیخ الحدیث مولوی ھبۃ اللہ اخندزادہ (حفظہ اللہ) امارت اسلامیہ کی مرکزی شوری اور امارت کی سیاسی اور مذاکراتی ٹیم کے ارکان اور تمام مجاہدین اور مسلمانوں کو مبارکباد پیش کرتاہوں، اور اللہ تعالی کے حضور میں نہایت عجز وانکساری کے ساتھ دست بدعاہوں کہ اس تاریخی اقدام کو وطن عزیز میں اسلام کے مقدس نظام کی حکمرانی کے زیر سایہ چار دہائیوں سے پریشان حال افغان قوم کی خوشحالی اور مسلمانوں اور مجاہدین کی مزید تقویت، مضبوطی اور اتحاد کا سبب فرمائے۔

بھائیو! یہ تاریخی کارنامہ یا فتح درحقیقت ہمارا اور آپ کا کمال نہیں بلکہ یہ اللہ تعالی کی مہربانی اور تحفہ ہے جس نے ہم جیسے کمزور لوگوں کو دنیا کے طاقتور اور خونریز ملک سے نجات اور آزادی حاصل کرنے کا اعزاز بخشا، جس پر جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کروں، کم ہے! مجھے یقین ہے کہ رب العزت نے ہمارے شہدا کی شہادت، مجاہدین اور مسلمانوں کی قربانیوں کو قبول کیا ہے جس کی بدولت ہمیں عظیم اور تاریخی کارنامہ سے سرفراز کیا اور ہمیں اس معرکے میں سرخرو کیا۔

لہذا امارت اسلامیہ کے تمام دوستوں، مجاہدین اور ہمدردوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ غرور اور تکبر سے اجتناب کریں، اور اللہ کی رضا کے حصول کے لئے اپنی نیتوں کو درست کریں تاکہ اللہ تعالی کی مزید نصرت کے مستحق ٹھہریں۔

اس موقع پر مجھے اپنی بہادر قوم کو یہ یقین دلانے پر فخر ہے کہ میں محترم امیر المومنین حفظہ اللہ کی جانب سے اپنے تاریخی پیغام میں کئے گئے تمام وعدوں اور عام معافی کے اعلان پر مکمل عمل درآمد کریں گے اور کسی کو قطعا یہ اجازت نہیں دیں گے کہ وہ ہمارے ہم وطنوں کو نقصان پہنچائے۔

میں ایک بار پھر اعادہ کرتا ہوں کہ ہم تمام جائز بین الاقوامی اصولوں کے پیش نظر ہمسایہ ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، خاص طور پر ان ممالک کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے جارحیت کے خاتمے کے لئے تاریخی معاہدے کی کوششوں میں تعاون کیا ہے۔

ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہم دستخط شدہ معاہدے میں کیے گئے تمام وعدوں کے پابند ہیں اور ہمیں توقع ہے کہ فریق مخالف بھی افغانوں کے ساتھ کئے گئے معاہدے کے تمام نکات پر عمل درآمد کے لئے پابند رہے گا۔

امارت اسلامیہ افغانستان کے تمام ذمہ داروں اور مجاہدین پر زور دیتا ہوں کہ وہ اپنی صفوں کو مزید منظم اور متحد رکھیں، اپنی مثالی ہم آہنگی کو مزید تقویت بخشنے کی کوشش کریں، امارت اسلامیہ کے تمام اصولوں کی پاسداری کریں اور فریق مخالف کے ساتھ کئے گئے معاہدے پر عمل درآمد کریں، اور عاجزی اور انکساری اختیار کرے خود کو اللہ تعالیٰ کی مزید رحمتوں اور نصرت کے مستحق بنائیں۔

اور ہمیں یہ جاننا چاہئے کہ ہماری موجودہ اور سابقہ تمام قربانیوں کا مقصد مجموعی طور پر ملک کی آزادی اور اسلامی نظام کا نفاذ ہے، اسلامی نظام ہماری امنگوں میں سے ایک ہے، اسلامی قوانین کا نفاذ ہماری تمنا ہے، جس میں دنیا کی خوشحالی اور سکون کے علاوہ آخرت میں نجات اور کامیابی کا راز مضمر ہے، آخر میں یہ دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ہم کمزور لوگوں کو آپ کے راستے پر آپ کی رضا کے لئے صبر اور ثابت قدم رہنے کا مضبوط حوصلہ عنایت فرمائے۔ امین

امارت اسلامیہ افغانستان کے نائب سربراہ الحاج خلیفہ (ملا سراج الدین حقانی) حفظہ اللہ

۸ رجب المرجب ۱۴۴۱ ھ بمطابق ۰۳ مارچ ۲۰۲۰ء

ہم طالبان کیا چاہتے ہیں؟

ملا سراج الدین حقانی کا نیویارک ٹائمز میں شائع ہونے والے مضمون کا اردو ترجمہ

جب ۲۰۱۸ میں ہمارے نمائندوں نے امریکہ کے ساتھ امن عمل کا آغاز کیا تو ہماری توقع مذاکرات کے مثبت نتائج کے حوالے سے صفر تھی، ۱۸ برس کی جنگ اور ماضی میں کئی بار مذاکرات کی کوششوں کے پیش نظر ہم امریکہ پر اعتماد نہیں کرتے تھے، لیکن اس کے باوجود ہم نے ایک اور کوشش کرنے کا فیصلہ کیا، کیونکہ اس طویل جنگ سے سب بیزار ہوگئے تھے، کسی بھی ممکنہ امن عمل کا موقع ضائع کرنا دانشمندی کا تقاضا نہیں تھا اگرچہ اس کی کامیابی کا امکان بہت کم تھا، چار دہائیوں سے جاری جنگ کی وجہ سے ہر روز افغان کا نقصان ہو رہا ہے، کوئی ایسا خاندان نہیں ہے جو اس جنگ سے متاثر نہیں ہے، ہر کوئی جنگ سے تنگ ہے، میں سمجھتا ہوں کہ ہلاکتوں اور مشکلات کا یہ دور ختم کرنا چاہئے۔

امریکہ کی زیر قیادت غیر ملکی افواج کے خلاف جنگ ہماری چاہت نہیں تھی بلکہ جب ہم پر جنگ مسلط کر دی گئی تو ہم اپنا دفاع کرنے پر مجبور ہوگئے، ہذا غیر ملکی افواج کا انخلا ہمارا اولین اور اہم مطالبہ ہے، یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ ہم آج امریکہ کے ساتھ امن معاہدے کر رہے ہیں۔

ملا عبدالغنی برادر اور شیر محمد عباس ستانکزئی کی سربراہی میں ہمارے نمائندوں نے ڈیڑھ سال کے دوران امریکی حکام کے ساتھ امن معاہدہ کرنے کے لئے انتھک محنت اور جدوجہد کی، ملک بھر میں ہتے شہریوں پر امریکہ کے شدید فضائی حملوں پر ہمارے نمائندوں کی جانب سے بار بار تشویش کا اظہار کرنے اور امریکہ کی جانب سے ہر بار نئے مطالبات پیش کرنے کے باجود ہم امن مذاکرات کے پابند اور پر عزم رہے۔

یہاں تک کہ جب امریکی صدر ٹرمپ نے مذاکرات کو منسوخ کرنے کا اعلان کیا تب بھی ہم نے مذاکرات کے دروازے بند نہیں کئے، کیونکہ جنگ کے تسلسل سے سب سے زیادہ ہمارے عوام متاثر ہو رہے ہیں، یہ بات بھی واضح ہے کہ اس طرح کے دو طرفہ مذاکرات کے بغیر امن معاہدہ ممکن نہیں ہے، حقیقت یہ

ہے کہ ہم نے جس دشمن کے خلاف دو عشروں سے ہماری لڑائی جاری ہے جس میں موت بارش کی طرح برس رہی ہے، اس کے ساتھ امن مذاکرات کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ہم اپنے ملک میں جنگ کے خاتمے اور امن کے قیام کرنے کے لئے پر عزم ہیں۔

ہم ان خدشات اور سوالات کو سمجھتے ہیں جو غیر ملکی افواج کے انخلا کے بعد نظام کی نوعیت کے بارے میں افغانستان کے اندر اور اس سے باہر موجود ہیں، اس طرح کے خدشات کے جواب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس کا انحصار بین الافغان اجماع پر ہے، پہلی بار دوسروں کی مداخلت کے بغیر آزاد ماحول میں ہم گفت و شنید اور مفاہمت کے ذریعے ملک کے نظام کے بارے میں بات چیت کریں گے کسی کو رکاوٹ ڈالنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔

پہلے سے طے شدہ نتائج اور شرائط پیش کرنے سے اس عمل کو روکنا مناسب نہیں ہے، ہم دوسری جماعتوں کے ساتھ باہمی احترام کے ماحول میں مشاورتی عمل کے ذریعے آگے بڑھنے کے خواہاں ہیں اور ایک نئے اور ہمہ جہت سیاسی نظام کے قیام کے لئے پر عزم ہیں جس میں ہر افغان کی آواز سنی جاتی ہے اور کوئی افغان شہری محروم نہ رہے۔

مجھے یقین ہے کہ غیر ملکی افواج کے انخلاء اور مداخلت سے آزادی کے بعد ہم مشترکہ طور پر ایک اسلامی نظام کے لئے راہ ہموار کریں گے جس میں برابری کی بنیاد پر تمام افغانوں کے حقوق محفوظ ہوں گے، تعلیم اور روزگار سمیت خواتین کے وہ تمام حقوق محفوظ ہوں گے جو اسلام کے مقدس دین نے دیئے ہیں۔

ہم باغی گروپوں کی طرف سے افغانستان سے علاقائی اور بین الاقوامی سلامتی کو لاحق خطرے کے بارے میں اٹھائے جانے والے خدشات کو بھی سمجھتے ہیں، تاہم اس طرح کے خدشات میں مبالغہ آرائی کو پہلے استعمال کیا جاتا ہے، افغانستان میں غیر ملکی گروہوں کے بارے میں اطلاعات کو جنگ پسند عناصر کی طرف سے سیاسی مفادات کے لئے بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔

یہ امر بھی ضروری اور کسی افغان کے مفاد میں نہیں ہے کہ وہ اپنے ملک کو کسی اور کے خلاف استعمال کرنے کی اجازت دیں اور اس کو میدان جنگ بنائیں، ہم غیر ملکی مداخلت کی تلخی کا مزہ چکھا ہے لہذا تمام افغانوں کے ساتھ مل کر ہم یہ یقینی بنانے کے لئے تمام تر اقدامات اٹھائیں گے کہ ایک نیا افغانستان امن کی علامت کے طور پر ابھرے اور کسی کو بھی اس کا احساس کبھی نہیں ہو گا کہ ہماری دھرتی سے اس کو خطرہ ہے۔

لیکن اس کے باوجود ہم چیلنجوں کو کم نہیں سمجھتے ہیں، شاید ان چیلنجوں میں سب سے بڑا چیلنج یہ ہو گا کہ مختلف افغان گروہ ہمارے مشترکہ مستقبل کی وضاحت کے لئے سنجیدگی اور خلوص نیت سے کام کریں گے لیکن کچھ لوگ اختلاف کریں گے تاہم مجھے یقین ہے کہ سب لوگ ایک متفقہ نظام پر متفق ہو جائیں گے کیوں کہ اگر ہم کسی غیر ملکی دشمن کے ساتھ معاہدہ کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں تو باہمی اختلافات کو افہام و تفہیم سے احسن طریقے سے ختم کر سکتے ہیں۔

ایک اور چیلنج یہ ہو گا کہ عالمی برادری غیر ملکی افواج کے انخلا کے بعد افغانوں کے ساتھ سرگرم عمل رہے گی کیونکہ ہمارے ملک کے استحکام اور ترقی کے لئے عالمی برادری کا تعاون ضروری ہے، ہم باہمی احترام کی بنیاد پر پائیدار امن اور خوشحالی کے میدان میں اپنے بین الاقوامی شراکت داروں کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لئے تیار ہیں، اپنی افواج کے انخلا کے بعد امریکہ بھی افغانستان میں ملک کی ترقی اور تعمیر نو میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

ہم اس اہمیت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ افغانستان تمام ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات برقرار رکھے اور ان کے خدشات کو سنجیدگی سے دور کریں، افغانستان تنہائی کا متحمل نہیں ہو سکتا، نیا افغانستان بین الاقوامی دنیا کا ذمہ دار ممبر ہو گا، ہم ان تمام بین الاقوامی اصولوں اور قوانین کے پابند رہیں گے جو اسلام کے مقدس دین کے اصولوں سے متصادم نہیں ہیں، ہم دوسرے ممالک سے بھی توقع کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ملک کے استحکام اور خود مختاری کا احترام کریں اور ہماری آزادی اور استحکام کو باہمی تعاون کے طور پر دیکھیں، مقابلہ اور دشمنی کے طور پر نہیں۔

اس وقت کا چیلینج ہمارے اور امریکہ کے مابین امن معاہدے پر عمل درآمد ہوگا، اگرچہ امریکی نمائندوں کے ساتھ بات چیت کے دوران کچھ اعتماد پیدا ہوا ہے لیکن جس طرح امریکہ ہم پر مکمل اعتماد نہیں کرتا ہے، ہمیں بھی اس پر اتنا اعتماد نہیں ہے۔

ہم امریکہ کے ساتھ معاہدے پر دستخط کرنے کے قریب ہیں، ہم اپنی جانب سے معاہدے کے ہر لفظ پر عمل درآمد کرنے کے پابند ہیں لیکن معاہدے کے مفادات کا حصول، کامیابی کی یقین دہانی اور دیرپا امن لانا بھی امریکہ پر منحصر ہے، امریکہ کو چاہیے کہ وہ دیرپا امن کے لئے اپنے وعدوں پر عمل درآمد کو یقینی بنائے اس صورت میں مکمل اعتماد قائم کیا جاسکتا ہے جو مستقبل میں تعاون اور شراکت داری کی اساس ہے۔

ہمارے ہم وطن بہت جلد اس تاریخی معاہدے کو منائیں گے، جس پر عمل درآمد کے بعد تمام غیر ملکی افواج کے انخلا کا مشاہدہ کریں گے، جب ہم اس مرحلے کے قریب پہنچ رہے ہیں، تو یہ بھی ممکن ہے کہ بہت جلد ہم اپنے تمام افغان بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ مل کر پائیدار امن اور ایک نئے افغانستان کی بنیاد کی طرف تحریک کا آغاز کریں گے۔

تب ہم ایک نئی شروعات کا جشن منائیں گے اور ایسے افغانستان کی بنیاد رکھیں گے جو دیگر ممالک میں مقیم تمام افغان شہریوں کو اپنے ملک اور گھر کی طرف واپس آنے کی دعوت دے گا جہاں ہر ایک کو عزت اور امن کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق حاصل ہو۔

امارت کی شاندار سفارت کاری

حافظ نثار احمد

دوحہ معاہدے کے مندرجات درحقیقت مجاہدین کی ایک بڑی فتح ہے۔ یہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے اہم پیش رفت ہے۔ ایک کامیاب سیاست دان اور فاتح سپہ سالار وہ ہے، جو عسکری محاذ کے ساتھ مذاکرات کی میز پر ایسی شرائط منوا کر صلح کرے، جس کے بعد کامیابیوں اور فتوحات کے راستے ہموار ہو جائیں۔ کم سے کم عرصے میں اس کے ثمرات قوم و ملک سمیت آنے والی نسلوں تک پہنچیں۔ جس بصیرت اور دور اندیشی کی ضرورت میدان جنگ میں ہوتی ہے، اس سے کہیں بڑھ کر یہ ضرورت مذاکرات میں ہوتی ہے۔ اسی تناظر میں دوحہ معاہدے کی شرائط سے معلوم ہوتا ہے کہ امارت اسلامیہ کی قیادت نے بصیرت اور دور اندیشی کا ثبوت دیا ہے۔ امید ہے مستقل میں افغانوں کی اجتماعی زندگی پر اس معاہدے کے مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

معاہدے کے مطابق 14 ماہ میں افغانستان سے امریکا اور نیٹو کی تمام فوج نکل جائے گی۔ افغانستان آزاد ہو گا۔ یہاں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے راہ ہموار ہو گی۔ معاہدے پر دستخط کے بعد 135 دنوں میں امریکا افغانستان سے سات فوجی اڈوں میں سے پانچ اڈے خالی کرنے اور فوج کی تعداد 8600 تک کم کرنے کا پابند ہو گا۔ بقیہ نو ماہ میں تمام امریکی اور نیٹو فوج کا مکمل انخلا ہو گا۔ بقیہ دو فوجی اڈے بھی خالی کر دیے جائیں گے۔ بین الافغان مذاکرات سے قبل امارت اسلامیہ کے 5 ہزار قیدی رہا کیے جائیں گے۔ اگلے تین ماہ میں تمام قیدی رہا کیے جائیں گے۔ قیدیوں کی رہائی کے تبادلے میں امارت اسلامیہ بھی فریق مخالف کے ایک ہزار قیدی رہا کرے گی۔ اس معاہدے میں کابل انتظامیہ کے لیے 'دوسری طرف' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ معاہدے میں اشرف غنی انتظامیہ کو 'افغان حکومت' نہیں لکھا گیا۔

امریکا امارت اسلامیہ کی قیادت پر عائد پابندیاں ختم کرے گا۔ قائدین کے نام بلیک لسٹ سے نکالنے کے لیے 27 مئی تک اقدامات کرنے کا پابند ہو گا۔ امریکا افغانستان کی سالمیت اور سیاسی خود مختاری کے خلاف طاقت اور دباؤ کا استعمال نہیں کرے گا۔ وہ اس کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہں کرے گا۔ معاہدے میں امارت اسلامیہ پر کچھ ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں، جو درحقیقت امارت اسلامیہ سیاسی اور سفارتی کامیابی ہے۔ امارت اسلامیہ فی الوقت اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں ایسی تنظیموں اور افراد کو سرگرمیوں کی اجازت نہیں دے گی، جو امریکا اور اس کے اتحادیوں کی سلامتی کے لیے خطرہ ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ امریکا افغانستان میں امارت اسلامیہ کی فوجی اور سیاسی قوت تسلیم کر رہا ہے۔ امارت اسلامیہ افغانستان میں پناہ لینے والے افراد کے ساتھ بین الاقوامی امیگریشن قوانین کے مطابق سلوک کرنے کی پابند ہے، تاکہ مطلوب افراد سے امریکا اور اس کے اتحادیوں کی سلامتی کو خطرہ نہ ہو۔ امارت اسلامیہ امریکا اور اس کے اتحادیوں کی سلامتی کے لیے خطرہ بننے والے کسی بھی غیر ملکی فرد کو ویزا، پاسپورٹ، قانونی لائسنس اور دیگر قانونی دستاویزات جاری نہیں کرے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ مستقبل قریب میں امارت اسلامیہ کی حکومت ہو گی۔ کیوں کہ پاسپورٹ اور ویزے کا اجرا کسی تنظیم کا کام نہیں، بلکہ حکومت کی ذمہ داری ہے

معاہدے کے تیسرے حصہ میں لکھا ہے کہ امریکا پابند ہو گا کہ وہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے اس معاہدے کی توثیق کے لیے رابطہ کرے گا۔ امریکا اور امارت اسلامیہ کے درمیان مثبت تعلقات ہوں گے۔ بین الافغان مذاکرات کے بعد بننے والی نئی افغان اسلامی حکومت اور امریکا کے درمیان خوش گوار تعلقات ہوں گے۔ اس کا مطلب ہے کہ بین الافغان مذاکرات کے نتیجے میں نئی اسلامی حکومت بنے گی۔ موجودہ کابل انتظامیہ ختم ہو جائے گی۔ نئی اسلامی حکومت کا قیام اور موجودہ کابل انتظامیہ کا خاتمہ اہم کامیابی ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ

امارت کی قیادت ایڈوانس میں امریکا سے نئی اسلامی حکومت تسلیم کرانے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ دوسری کامیابی یہ ہے کہ امریکا اور اتحادیوں نے گزشتہ 19 برس کے دوران یہاں جتنی تباہی پھیلائی ہے، اس کے ازالے کے لیے نئی حکومت کے ساتھ نہ صرف مثبت تعلقات استوار رکھیں گے، بلکہ نئی اسلامی حکومت کے ساتھ افغانستان کی تعمیر نو کے لیے مالی کردار بھی کریں گے۔ البتہ وہ افغانستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کر سکیں گے۔ معاہدے کی تقریب میں اقوام متحدہ سمیت عالمی برادری کے اہم رہنماؤں اور مختلف ممالک کے اعلیٰ حکام کی شرکت اس بات کا ثبوت ہے کہ انہوں نے امارت اسلامیہ کو افغان معاشرے اور سیاست کا اہم حصہ تسلیم کیا ہے۔

اس معاہدے کے تحت امارت اسلامیہ کی قیادت پر عائد پابندیاں ختم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ امارت کے سرکردہ رہنماؤں کے نام بلیک لسٹ سے نکالنے کا عہد کیا گیا، جو سفارتی لحاظ سے امارت اسلامیہ کے قائدین کے لیے اہم اور ضروری ہے۔ اس معاہدے کی بدولت نہتے افغان شہریوں پر وحشیانہ چھاپوں اور فضائی حملوں کا سلسلہ بند ہوا۔ امریکا نے معاہدے پر دستخط کر کے درحقیقت امارت کی قوت تسلیم کر لی ہے۔ امریکا سپر پاور ہونے کی حیثیت سے اسلامی نظام میں مداخلت کے لیے ہمیشہ مصروف رہتا تھا۔ اس پس منظر میں دیکھیں تو امریکا کا معاہدے کے لیے محض جھک جانا ہی امارت کی قوت کا اعتراف ہے۔ امارت اسلامیہ کو یہ حق ہے کہ وہ اسلامی حکومت قائم کرے۔ امریکا کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہے کہ موجودہ کابل انتظامیہ کا کیا بنتا ہے؟ اگر سارے حلقہ بگوش غلام اسلامی نظام قبول کر لیں تو امریکا کو اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔ وہ اس میں مدخلت نہیں کرے گا۔ مجاہدین افغان فورسز پر جو حملے کر رہے ہیں، ان کا مقصد صرف اسلامی نظام کا نفاذ ہے۔ مجاہدین کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ دشمن کا مال ضبط کیا جائے اور اسے موت کے گھاٹ اتارا جائے۔

معاہدے کی رُو سے امریکا نے مجاہدین کو متعدد رعایتیں دے کر خود کے لیے صرف ایک رعایت حاصل کی ہے۔ جو لوگ تحفظات کا اظہار کر رہے ہیں، یہ ان کی سخت نفسیاتی گھبراہٹ، پریشانی، اعصابی دباؤ اور شکستگی کی علامت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اپنے کرپشن اور جرائم کی وجہ سے سخت خوف لاحق ہے۔ وہ محسوس کر رہے ہیں کہ ان کے اقتدار کا سورج غروب ہونے والا ہے۔ ان کی کرپشن اور لوٹ مار کا دور ختم ہونے والا ہے۔ وہ لوٹی ہوئی دولت اور اپنے تحفظ کے لیے پریشان ہیں۔ دوسری طرف امارت اسلامیہ کے زعیم امیر المومنین حفظہ اللہ نے جس فراخ دلی کا مظاہرہ کیا اور سب کو عام معافی دی ہے، یہ دلیل ہے کہ امارت اسلامیہ کے قائدین محب وطن اور قوم کے ہمدرد ہیں۔ افغانوں کے لیے اپنے دین کے مطابق اسلامی حکومت قائم کرنے کا حق تسلیم کیا گیا ہے۔ گویا امریکا نے یہ بھی مان لیا کہ اسلام خونریز مذہب نہیں ہے، جیسا کہ وہ اب تک کہتا چلا آرہا تھا۔ دوسرے مذاہب کی طرح اس کے پیروکار بھی اپنے مذہب کے مطابق زندگی جینے کا حق رکھتے ہیں۔ اس سے اہل مغرب کے دلوں کی وہ نفرت کم ہو گی، جو امریکا کے پروپیگنڈے سے پیدا ہو گئی تھی۔ امریکا کی طرف سے جنگ بندی ہو جانے کے بعد امارت اسلامیہ کو یہ موقع مل گیا ہے کہ وہ اپنے مفتوحہ علاقوں میں نظم و نسق مستحکم کرے۔ اسلامی قوانین کے اجرا سے افغان معاشرے کو مہذب و متمدن بنائے۔ امارت اسلامیہ نے اعلان کیا ہے کہ کابل انتظامیہ میں شامل جس نے بھی سر تسلیم خم کیا، اسے تحفظ دیا جائے گا۔

دوحہ میں سیاسی دفتر کے قیام کے بعد سفارتی سرگرمیاں شروع ہو گئیں۔ وہاں امریکا اور مغربی دنیا کے نمائندے امارت اسلامیہ کی پالیسی اور مقصد معلوم کرتے تھے۔ جب کہ امارت اسلامیہ کے قائدین نے بھی روس، چین، ایران، پاکستان، تاجکستان، ازبکستان، انڈونیشیا سمیت مختلف ممالک کے دورے کر کے متعلقہ حکمرانوں سے افغان تنازع کے پرامن حل پر تبادلہ خیال کیا۔ ان دوروں کا مقصد یہ تھا کہ انہیں یہ بات سمجھائی جائے کہ ہم امن چاہتے ہیں۔ دنیا کے ساتھ ہمارا جنگ کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ امارت اسلامیہ کے خلاف جو منفی پروپیگنڈا کیا گیا تھا، قائدین نے اسے زائل کرنے کے لیے کامیاب دورے کیے۔ دنیا کو قائل کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کابل انتظامیہ پڑوسی ممالک سمیت دنیا میں تنہا رہ گئی۔ جب کہ روس، چین سمیت دیگر ممالک نے امارت اسلامیہ کو افغانستان کی مضبوط عسکری اور سیاسی قوت تسلیم کر کے اس کے ساتھ مثبت اور اچھے تعلقات بڑھا دیے۔ امریکی جارحیت کے خاتمے کے حوالے سے امارت اسلامیہ کے اصولی موقف کی تائید اور حمایت کی گئی۔

تہہ در تہہ زمین سے فلک شگاف بلندی

سید افغان

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے اپنی جاوداں تصنیف "تاریخ دعوت وعزیمت" کے مقدمہ میں لکھا تھا:

"ایک طرف تو اللہ کا دین مکمل ہے، دوسری طرف حقیقت یہ ہے، کہ زندگی متحرک اور تغیر پذیر ہے، اور اس کا شباب ہر وقت قائم ہے۔

ع........ جاوداں، پیہم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی

اس رواں دواں اور سدا جواں زندگی کا ساتھ دینے اور اس کی رہنمائی کے لیئے اللہ تعالیٰ نے آخری طور پر جس دین کو بھیجا ہے، اس کی بنیاد اگرچہ ابدی عقائد و حقائق پر ہے، مگر وہ زندگی سے پر ہے اور حرکت اس کی رگ وپے میں بھری ہوئی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ ہر حال میں دنیا کی رہنمائی کر سکے"

آگے لکھتے ہیں:

"وہ اس دین کو ہر دور میں ایسے اشخاص عطا فرماتا رہے گا، جو ان تعلیمات کو زندگی میں منتقل کرتے رہیں گے، اور مجموعا یا انفرادا اس دین کو تازہ اور اس امت کو سرگرم عمل رکھیں گے، اس دین میں ایسے اشخاص کے پیدا کرنے کی جو صلاحیت وطاقت ہے، اس کا اس سے پہلے کسی دین سے اظہار نہیں ہوا، اور یہ امت تاریخ عالم میں جیسی زرخیز ثابت ہوئی ہے، دنیا کی قوموں اور امتوں میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، یہ محض اتفاقی بات نہیں ہے بلکہ انتظام خداوندی ہے، کہ جس دور میں جس صلاحیت وقوت کے آدمی کی ضرورت تھی اور زہر کو جس تریاق کی حاجت ہو وہ اس امت کو عطاء ہوا۔

مولانا نے یہ بات تو تاریخ کے طویل ترین اور عمیق سے عمیق تر مطالعہ کے بعد لکھی، لیکن آج اگر اقوام عالم اس کی بات میں صداقت تلاش کرنا چاہے، تو انہیں کسی مطالعہ اور غور وفکر کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، آج سے بیس سال پہلے دنیا میں امریکہ کی قوت وقدرت کا کہرام مچا ہوا تھا، ہر کہ ومہ کے ذہن میں بس یہی بسا ہوا تھا، کہ قدرت کا سرچشمہ یہیں ہی ہے، اس کے مادیات، اس کی جدید ٹکنالوجی، اس کا جدید اسلحہ، اس کی معیشت اور افرادی قوت کے تناظر میں سب ہی اسے زمینی خدا تصور کرتے تھے، اس کے مقابلہ کا تو سوچنا ہی محال تھا، ایسی صورتحال میں اسی قدرت کے رکھوالے نے سرزمینِ افغانستان پر بسنے والے چند درویشوں کے خلاف اقدام کرکا فیصلہ کیا، اعلان کیا کہ اب کے تو یہ لوگ دنیا سے نیست ونابود ہونے ہی ہیں، ساتھ میں پوری دنیا کی چیدہ چیدہ عالمی طاقتوں کو بھی اپنی لڑی میں پرویا اور افغانستان پر دھاوا بول دیا، مجھے اچھی طرح یاد ہے جب ایک طرف امریکی صدر نے اس وقت یہ اعلان کیا تھا کہ ہم ایسی کارروائی کریں گے جس کے نتیجہ میں پھر کسی کو طالبان کی شکل کیا نام تک سننے کو نہیں ملے گا، دوسری طرف مرعوبیت کی یہ حالت تھی کہ عوام کو تو چھوڑیئے، سردست یہاں تو خواص بھی اسلامی لباس سے کترانے لگے، بخدا مجھے وہ لمحہ اچھی طرح یاد ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو کسی اسلامی نام سے پکارا تو اگلا اتنا ناراض ہوا کہ قطع تعلق اختیار کیا، اسلامی ممالک کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ وہ باشندگانِ مملکت کو طالبان نہیں محض اسلامی اداؤں سے منع کرنے لگے، صرف نری عقل سے فیصلہ ہوتا تو اسلام اور اہلِ اسلام تباہی وبربادی کے دہانے گزر چکے ہوتے، لیکن چونکہ اسلام رواں، دواں اور جاوداں زندگی کا نام ہے؛ اس لیے قدرت نے ایک دفعہ پھر افرادا واجتماعا چند اشخاص کو سعادت مند بننے کے لئے چن لیا، قیادت بلاشبہ ملا محمد عمر مجاہد کر رہے تھے، لیکن شریکِ کار بہیترے تھے، جہاد شروع ہوا، ظلم ووحشت کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا گیا، اور بالاخر رواں سال کے گزشتہ مہینے زمینی خدائی کا دعویدار سرنڈر ہوا اور اپنی شکست کا اعتراف تحریری شکل میں رہتی دنیا تک

چھوڑ دیا۔

اس بیس سال میں کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ فتح ونصرت کے کرشموں کے ساتھ ظلم وورندگی کی کیا داستانیں قائم کی گئیں؟

ہم اس بحث میں نہیں پڑتے، البتہ اس موقع پر ایک نئی بحث یہ اٹھی ہے کہ فتح کا کریڈیٹ کس کے سر؟ بالفاظِ دیگر اس عظیم کے بنیادی عوامل کیا ہیں؟ افسوس کی بات یہ ہیکہ میڈیا پر مسلط چند اشخاص اس حوالہ سے بالکل حقائق کو مسخ کر کے من گھڑت اور غلط تاثر دے رہے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ ان عوامل کو اجاگر کر دیا جائے، میری کوتاہ نظر میں چند بنیادی اسباب اس کارواں کو آسانِ کامیابی سے ہمکنار کے درپے تھے:

۱ . طالبان کا اپنے خالق اور اس کے بتائے ہوئے احکام پر بلا کا اعتماد ایک بہت ہی بنیادی عامل ہے جو انہیں کچھ نہ ہونے سے سب کچھ بنا گئے، جس وقت عالم پورا کا پورا فرعونِ وقت کے سامنے سجدہ ریز تھا اس وقت ملا محمد عمر یہ پیغام دے رہا تھا، کہ ﴿ان تنصروا الله ینصرکم﴾ اس لیے رب کا حکم ہماری حرکت سے اپنا کام کرکے رہیگا۔

۲ . اپنے امراء کی اطاعت اور ان پر اعتماد کی جو تاریخ طالبان نے رقم کی کم از کم گزشتہ دو تین صدیوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی، تیرہ سال تک یہ اپنے ایک ایسے امیر کے احکام پر چلتے رہے جس کو سوائے ایک فرد کے کسی چشم بشر نے نہیں دیکھا تھا، لیکن حکم کے اتنے فرمان بردار کہ ایک اشارہ پر جان کے نذرانہ کے صرف نعرے نہیں بلکہ عملاً قربان ہوا کرتے تھے، کسی بھی بات میں دنیا کی کوئی طاقت ان کی چوں چرا ثابت نہ کر سکی۔

۳ . اسلامی اصولوں پر پابندی کی جو ریکارڈ انہوں نے قائم کی، یہ تاریخ کے زرین صفحات پر ابد الآباد تک پڑھا جائیگا، بیس سال کے طویل جد وجہد میں اسلامی اور کفری دنیا کو بال کی کھال اتارنے کے باوجود ان کے اعمال میں اسلامی اصولوں سے سرِ مو انحراف نظر نہیں آیا، خفیہ وعلانیہ ہمیشہ علماءِ اسلام سے اپنے چھوٹے سے چھوٹے امر کیلیے بھی رہنمائی لیتے رہے۔

۴ . ان کا بے مثال حوصلہ وہمت وہ سبب ہے جو انہیں صحابہ کی زندگی اور طرزِ عمل سے ہم آہنگ کرتی ہے، بے بسی، بے کسی، غربت، بدیسی، دیارِ غیر، ظلم وستم، بربریت ودرندگی، وحشت وتباہی، گھر سے جدا، اہلِ خانہ سے دوری، جگہ جگہ دھکے کھانا، الغرض کوئی بھی مشکل مجال ہے کہ انہیں اپنے مقصد سے آڑے آئی ہو، جب اپنا نصب العین سامنے آیا اور اس کیلیے نکلنا پڑا تو دریا وسمندر بھی ان کے حوصلوں کی تعریف میں رطب اللسان نظر آئے، یہی وہ چیز تھی جس کے اغیار کو بھی اعتراف کرنا پڑا۔

۵ . ان کا تاریخ ساز اتحاد واتفاق بجاطور پر ان کے عظیم کمال کے طور پر بیان کیا جاسکتا ہے، کیا حربہ ایسا تھا جو ان کے بکھیرنے کیلیے ان بیس سالوں کے دوران استعمال نہیں ہوا، ایک بات جو بہت ہی زبانِ زد عام وخاص ہو گیا تھا، کہ جی حقانی شبکہ، طالبان دو الگ الگ دھڑے ہیں، لیکن منہ کی کھانی پڑی کہ اب تک اپنی مدعی کو دھرتی پر کوئی شخص ثابت نہ کر سکا۔

۶ . اپنی ملت کے دلوں کو جو انہوں نے ہتھیالیا یہ بھی اپنی مثال آپ کارنامہ ہے، عوام نے اپنا مال، اپنی جان اور محبوب اولاد تک کچھ نہ روکا، جو تھا تو سب ان پر لٹا ہی دیا، اس جاذبیت کے پیچھے بنیادی طور پر وہ نظامِ عدل وامن تھا جو ان کو طالبان نے دورانِ حکومت اور ان بیس سالوں کے دوران اپنی مفتوحہ علاقہ جات میں دے رکھا تھا، ملت کو ان سے دور رکھنے کیلیے جو ہتھکنڈے استعمال کیے گئے، وہ کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں، لیکن ان سب ہتھکنڈوں کے باوجود ابھی یوم الفتح کے موقع پر عوام نے اپنی وفاداری کا جو ان کے ساتھ اظہار کیا وہ جہاں قابل دید تھا، وہیں ان کے تمام ہتھکنڈوں کو خاک میں ملانے کے مترادف اور حقیقت کا بہترین عکاس تھا۔

یہ وہ عوامل تھے جو خاک نشینوں کو آسمانوں تک پہنچا گئے، شاید اسی لیے کہا گیا تھا:

سبق پھر پڑھ امانت کا، دیانت کا، عدالت کا
لیا جائیگا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

ہندوستان میں مسلمانوں کے ارتداد کے لئے منظّم تحریک

حسن مہمند

متعصب ہندووں نے ہندوستان میں "گھر لوٹنے" کے نام سے اپنے دین سے مسلمانوں سے کو پھیرنے کے لیے بہت زور وشور سے ایک تحریک شروع کی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کے باپ دادا ہندو تھے۔ ہندوستان پر مسلمانوں کے حملے کے بعد مختلف اوقات میں یہ لوگ ہندوازم کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ اکثریت کی نسل ہندو ہے۔ اس لیے ان سب کو واپس ہندوازم کی طرف آنا چاہیے۔ایکسپریس نیوز سروس کے نام سے ہندی جریدے نے لکھا ہے کہ مودی انتظامیہ کی جانب سے شہریت کے نئے قانون کے پاس ہونے کے بعد بھارت کے متعصب ہندووں میں یہ فکر پھیل گئی کہ شہریت کے حوالے سے مسلمانوں کی موجودہ مشکل حالت سے اچھا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اور شہریت دلانے کی امید پر مسلمان بہت آسانی سے ہندو ہو سکتے ہیں۔

دارالحکومت دہلی سمیت بھارت کے اکثر شہروں اور اطراف میں متعصب ہندو تنظیموں نے ہندوازم کی جانب مسلمانوں کو پھیرنے کے لیے مسلمانوں کو خطرناک دھمکیوں بھرے خطوط بھیجے گئے ہیں۔ صرف ریاست کرناٹک میں علماء اور مساجد کے متولیوں اور رہنماوں کو 100 ایسے خطوط بھیجے گئے ہیں جو میڈیا کو بھی دکھادیے گئے ہیں۔ گھر لوٹنے کے اس نئے نعرے کے تحت مسلمانوں کو بھیجے گئے خطوط میں اسلام پر قائم رہنے کی صورت میں ہندوستان سے نکالنے، گھر جلادینے اور شہریت سے محروم کردینے سمیت اور بہت سی دھمکیاں دی گئی ہیں۔ اس کے ساتھ ہندوازم قبول کرنے پر اور بھی بہت سی امیدیں دلائی گئی ہیں۔ دی پرنٹس کے نام سے ایک اور بھارتی جریدے نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں شہریت کے نئے قانون کے خلاف مسلمانوں کے احتجاج کے خلاف ہندو تنظیموں آر ایس ایس، بی جے پی اور وی ایچ پی نے مل کر مسلمانوں کو اپنے دین سے پھیرنے کے لیے "گھر لوٹنے" کا مشترکہ منصوبہ بنالیا ہے۔ اس سے پورے ہندوستان میں مسلمان خدشات کا شکار ہو چکے ہیں۔

فری پریس جنرل نامی انڈین جریدے میں شائع ہونے والی رپورٹ میں آیا ہے کہ ہندووں کی شدت پسند تنظیموں کی جانب سے مساجد کے ائمہ کو لکھے گئے خطوط میں آیا ہے کہ اگر آپ مساجد کے ائمہ لوگ اسلام چھوڑنے پر تیار ہو جائیں تو ہم آپ کی مدد کریں گے اور مندروں کو مساجد میں بدلنے کا کام آسان ہو جائے گا۔ کرناٹک کے رہائشی مشہوری بھارتی جرنلسٹ اسیتاشری کا کہنا ہے کہ مساجد کو بھیجے گئے خطوط بہت دھمکیوں بھرے ہیں۔ان میں لکھا ہے کہ مساجد کے ائمہ اور بااثر رہنما عام مسلمانوں کو شہریت کے نئے قانون کے لے تیار کریں اور ان سے کہہ دیں کہ گھر لوٹنے کی اس نئی تحریک کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہدوازم کو قبول کریں۔ اگر مسلمان ایسا کرلیں تو شہری کے نئے قانون کی مشکلات سے چھٹکارہ پالیں گے۔ شہریت کے کارڈ بہت آسانی سے حاصل کرلیں گے۔ شہریت کے حصول میں ان سے کسی قسم کے کاغذات اور ثبوت نہیں مانگے جائیں گے۔ سرکاری اداروں میں بہت آسانی سے انہیں ملازمتیں ملیں گی اور پورے بھارت میں لوگوں کی جانب سے ان سے اچھا سلوک کیا جائے گا۔ آشیتا شری آگے لکھتی ہیں کہ مسلمانوں کو دھمکیا دینے کے ساتھ ساتھ مساجد کو مندروں میں بدلنے کے ارادے نے مسلمانوں بہت تشویش میں ڈال دیا ہے۔

وجے کرناٹکا نامی ایک اخبار کی رپورٹ میں آیا ہے کہ شدت پسند تنظیموں کی جانب سے ساش کھیر اریڈی اور آنند سنگ نامی پارلیمنٹ کے دو اراکین کو بھی خطوط بھیجے گئے ہیں اور ان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ آپ جس حلقے سے منتخب ہو کر آئے ہیں اس میں حلقے میں اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کو اپنے مذہب سے پھیرنے میں ہماری مدد کریں۔ وین جاگرن پوسٹ نامی ایک بھارتی

اخبار نے لکھا ہے کہ دہلی، اترپردیش، مدھیاپردیش، راجستان، ہریانہ، بہار، آندراپردیش، کرناٹک، کیرالہ، بنگال اور شمال مشرقی ریاستوں میں ہندوؤں کی متعصب سیاسی تنظیموں کی جانب سے مسلمانوں کو خطوط بھیجے گئے ہیں جن میں انہیں اسلام چھوڑنے اور ہندوازم قبول کرنے کی ترغیب اور مشورے دیے گئے تھے۔اور اسلام چھوڑنے کی صورت میں شدید مشکلات کا سامنا کرنے کی دھمکی دی گئی تھی۔

ان خطوط میں لکھا ہے کہ بھارتی مسلمان سب دراصل ہندو ہیں جو مختلف ادوار میں مسلمان ہوئے ہیں۔اس لیے ان سب کو واپس باپ دادا کے دین جانب پھیر دینا چاہیے۔یہ لوگ اگر اپنے باپ دادا کے دین جانب آجائیں تو معاشرے میں انہیں بڑا مقام مل جائے گا اور بہت بڑا مالی مفاد حاصل کرلیں گے۔ہندوستان ٹائمز نے لکھا ہے کہ اسلام سے مسلمانوں کو پھیرنے کے لیے شمالی ہند کی تمام ریاستوں میں شدت پسند تنظیموں کی جانب سے بڑی شاہراہوں بڑے بڑے بورڈ نصب کیے گئے۔ان بورڈز پر گھر لوٹنے کے عنوان کے تحت مسلمانوں کو دعوت دی گئی ہے کہ ہندو ہونے کے بعد شہریت کے نئے قانون کے حوالے سے انہیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہوگا کیوں کہ اس قانون میں ہندوؤں کے حقوق کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔

یہ متعصب ہندوؤں کی ناکام کوششیں یا خواب ہیں۔اتنے بڑے ہندوستان میں شاید گنتی کے چند ضعیف عقیدے کے لوگ ہندوؤں کے دباؤ میں آئے اور اسلام چھوڑ دیا ہوگا۔مگر خوشی کی بات یہ ہے کہ پورے ہندوستان میں متعصب ہندوؤں کا یہ پلان ناکام ہوگیا۔مسلمانوں نے شہریت کے مسئلے پر جو مظاہرے شروع کیے ہیں وہ بھی پوری قوت سے جاری ہیں۔ہندوؤں کی نئی کوششوں سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑا۔مگر اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کا تعصب اب ماضی کی نسبت سب سے زیادہ بڑھ چکا ہے۔بھارت میں گذشتہ انتخابات کو دیکھا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ یہ الیکشن مہم نہیں بلکہ یہاں کے مسلمانوں کے خلاف شروع کی گئی منظم تحریک تھی۔حکمران جماعت بی جے پی کے رہنماؤں نے اپنے اجتماعات میں اور میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف شدید زہریلی گفتگو کی۔

ہندو بہت بزدل مگر بہت شرپسند قوم ہے۔اپنے علاوہ ہر مذہب سے انہیں نفرت ہے خصوصاً اسلام سے ان کی دشمنی ہے۔پاکستان کے خلاف ان کی نفرت تو حد سے بڑھ کر ہے۔حکمران جماعت بی جے پی اور دیگر متعصب جماعتوں کے رہنما ہندوؤں کے اسی تعصب کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جلسوں، الیکشن مہم اور دیگر مظاہروں اور لوگوں سے ملاقاتوں میں ہندوستان کے مسلمانوں کو دہشت گرد اور پاکستان کے ایجنٹ کے القابات دیتے رہتے۔ساتھ یہ بھی کہتے کہ اس الیکشن کے بعد ہندوستان کے تمام مسلمانوں کے بال کاٹ کر انہیں گنجا بنادیں گے۔سب کو اپنا دین چھوڑنے اور ہندو مذہب قبول کرنے پر مجبور کریں گے۔

ہندوؤں کو مزید جذباتی کرنے کے لیے اس جماعت کے رہنما بابری مسجد کی شہادت پر خوشی اور فخر کا اظہار کرتے اور بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر میں کرنے کے وعدے کرتے۔بی جے پی کے ایک رہنمار نجیت بہادر شری واستو نے انتخابی مہم کی ایک ریلی سے خطاب کرتے ہوئے مسلمانوں کو نظام اور ملک کا غدار کہا تھا۔اور کہا کہ اگر مسلمانوں کی نسل تباہ کرنا چاہتے ہو تو بی جے پی کو ووٹ دو۔اس نے مسلمانوں کی سرعام شدید بے عزتی کی اور کہا کہ اگلے الیکشن کے بعد چین سے ایک لاکھ شیور مشین برامد کر کے مسلمانوں کے سر گنجے کردیں گے۔اور انہیں ہندومت قبول کرنے پر مجبور کریں گے۔اگر کوئی اس کی مخالفت کرے گا تو انہیں جوتوں تلے روندنا اور پاؤں کے نیچے کچلنا ان کا علاج ہے۔ متعصب ہندو مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کر کے اس طرح اپنے ملک سے دشمنی کرنا چاہتے ہیں۔اگر ہندوؤں کا تعصب جاری رہا تو مسلمان علیحدگی کی نئی تحریک شروع کردیں گے جس سے ہندوستان کے حالات بھی خراب ہوجائیں گے اور بھارت بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا۔

سراج الدین حقانی کی تحریر کے اہم نکات

حافظ عبدالسلام

گزشتہ دنوں امارت اسلامیہ کے نائب سربراہ خلیفہ سراج الدین حقانی کا ایک مضمون امریکی اخبار نیویارک ٹائمز میں شائع ہوا۔ اس میں بنیادی طور پر مستقبل بارے طالبان کی پالیسی واضح کی گئی ہے۔ بہت سے خدشات آمیز سوالوں کے جوابات دیے گئے ہیں۔ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ یہ جامع تحریر تھی۔ ہمیں طالبان رہنماؤں کی صداقت۔ بہادری۔ دانش مندی اور دوراندیشی بارے کوئی شک نہیں ہے۔ اس مضمون نے غلاموں اور مغربی جمہوریت کے پیدا کردہ چھوٹے سیاست دانوں کو چیلنج اور حیرت میں ڈال دیا ہے۔ ان کے خیال میں دنیا کے سب سے معزز اور جدید تعلیمی اداروں تک رسائی کا حق صرف انہیں حاصل تھا۔ شہری حقوق، سفارت کاری اور سیاست کی سمجھ انہیں ہی حاصل تھی۔ انہوں نے بیس سال تک طالبان کے خلاف منفی پروپیگنڈا کیا۔ جب کہ مدرسے کے ایک طالب علم نے کس طرح ایک ایسا جامع مضمون لکھا، جس میں تمام اعتراضات اور خدشات کے معقول جوابات موجود ہیں۔ اس پر وہ یقینا پریشان اور نوحہ کناں ہوں گے۔

سیاست کی ابجد سے نابلد لوگوں کو بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے 'اور جو لوگ میرے راستے میں جدوجہد کرتے ہیں۔ میں انہیں راستہ دکھاؤں گا اور اللہ نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔' اللہ پر یقین رکھو۔ دوستی اور دشمنی اللہ کے لیے کرو۔ ہر حال میں صبر کرو۔ جو لوگ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ انہیں اللہ کی مدد حاصل ہے۔ آخر کار فتح بھی انہیں حاصل ہوگی۔ مجاہدین کی قربانیوں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سرخرو کیا۔ افغانستان میں ایک اور سپر پاور کے بعد دنیا پر راج کرنے والے امریکا شکست سے دوچار کر دیا گیا۔

خلیفہ سراج الدین حقانی کی تحریر میں جو کچھ لکھا ہے اور اس کی اشاعت سے جو کامیابی حاصل کی ہوئی ہے، اس کے لیے 19 برس جدوجہد کی گئی۔ تب کے حالات اتنے سازگار نہیں تھے کہ دنیا طالبان کا موقف تسلیم کرے۔ طالبان پانچ سال حکومت کرنے کے ساتھ بیس سال تک دنیا کے خلاف عسکری اور سیاسی جدوجہد کے تجربات سے گزر چکے ہیں۔ انہوں نے اپنی طاقت اور موقت کا لوہا منوایا ہے۔ اس تحریر میں تین اہم اور کلیدی نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ محترم حقانی صاحب کی تحریر کے اہم نکات ملاحظہ فرمائیں:

امن: ہم عام شہریوں کے قتل عام کی روک تھام کے لیے امن معاہدہ کر رہے ہیں۔

جنگ ہماری چاہت نہیں تھی، بلکہ ہم پر مسلط کی گئی تھی۔

غیر ملکی فوج کا انخلا ہماری اولین ترجیح ہے۔

دیہی علاقوں پر فضائی حملوں کا مقصد مذاکرات کے دوران طالبان پر نئے مطالبات کے لیے دباؤ ڈالنا تھا۔

جب امریکی صدر نے امن عمل منسوخ کرنے کا اعلان کیا، ہم نے تب بھی مذاکرات کے دروازے بند نہیں کیے۔

ہم مستقبل قریب میں امن معاہدے پر عمل درآمد کے لیے پرعزم ہیں۔ معاہدے کی کامیابی کے لیے امریکا کو بھی پاس داری کا خیال رکھنا ہوگا۔

یہ معاہدہ مستقبل کے لیے اعتماد کی بنیاد رکھ سکتا ہے۔

پُرامن افغانستان: آئندہ کا نظام افغانوں کی باہمی اتفاق رائے پر منحصر ہے۔ پہلی بار افغانوں کو غیر ملکی اثر ورسوخ کے بغیر نئے افغانستان کے معاہدے پر اتفاق کرنا چاہیے۔

کسی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ نئے افغانستان کے لیے قبل از وقت شرائط پیش کرے۔ آئندہ کے نظام کے لیے باہمی احترام کے ساتھ مشاورت کی بنیاد پر اتفاق رائے پیدا کرنا چاہیے۔

نئے افغانستان میں کوئی بھی اپنے آپ کو محروم محسوس نہیں کرے گا۔

نئے اسلامی نظام میں تمام افغانوں کو مساوات کی بنیاد پر حقوق حاصل ہوں گے۔

اسلام کے مطابق تعلیم، روزگار اور خواتین کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔

جب ہم کسی بیرونی دشمن سے افہام وتفہیم کے ذریعے مسائل حل کر سکتے ہیں تو ہم افغان آپس میں باہمی مسائل بہ حسن وخوبی حل کر سکتے ہیں۔

نئے افغانستان میں پہلا کام یہ ہوگا کہ بیرون ممالک میں مقیم افغان مہاجرین اور نقل مکانی کرنے والے تمام افراد اپنے ملک میں آرام اور خوش حال زندگی گزارنے کے لیے وطن واپس آئیں گے۔

مجھے یقین ہے ہم بہت جلد اپنے ہم وطنوں کے ساتھ پائیدار امن کے قیام اور ایک نئے افغانستان کی بنیاد رکھنے کی طرف گامزن ہوں گے۔

خارجہ پالیسی: نیا افغانستان دنیا کی سلامتی کے لیے خطرہ ہوگا اور نہ ہی کسی کو اس کی اجازت ہوگی۔

غیر ملکی فوج کے انخلا کے بعد عالمی برادری کے تعاون کی ضرورت ہے۔

امریکا بھی فوجی انخلا کے بعد افغانستان کی ترقی اور تعمیر نو میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

ہم تمام ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات چاہتے ہیں۔ یہ تعلقات اہمیت کے حامل ہوں گے۔ نیا افغانستان عالمی برادری کا ایک ذمہ دار رکن ہوگا۔

ہم ان تمام بین الاقوامی معاہدوں کی پاس داری کریں گے، جو اسلام کے مطابق ہیں۔

دوسرے ممالک بھی ہمارے ملک کے استحکام اور خود مختاری کا احترام کریں گے۔

قیادت پر غیر متزلزل اعتماد

سیف العادل احرار

امارت اسلامیہ اور امریکا نے تاریخی معاہدے پر دستخط کیے۔ اس سے قبل فریقین کے درمیان جنگ کی شدت کم کرنے کے معاہدے پر کامیابی سے عمل درآمد ہوا۔ افغانستان بھر میں کوئی ایسا واقعہ رونما نہیں ہوا، جس سے اس معاہدے کو نقصان پہنچے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ طالبان متحد ہیں۔ یہ افواہ بے بنیاد ہے کہ افغانستان میں 22 گروپس سرگرم اور فعال ہیں۔ اگر طالبان کے بغیر دوسرے گروہ بھی موجود اور سرگرم ہوتے تو اب تک اس کے اثرات بھی ظاہر ہوتے۔

امریکا، نیٹو اور کابل انتظامیہ نے میڈیا کے ذریعے پروپیگنڈا کیا کہ طالبان کئی گروہوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ حقانی نیٹ ورک، کوئٹہ شوری، سخت گیر طالبان، اعتدال پسند طالبان اور دیگر نام استعمال کیے گئے۔ پچھلے اٹھارہ سالوں میں طالبان نے دشمن کے تمام ہتھکنڈوں کو ناکام بناتے ہوئے متحد رہنے کی مثال قائم کی ہے۔ مجاہدین ایک قیادت اور ایک جھنڈے تلے افغانستان کی آزادی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جہادی اور سیاسی جدوجہد کر رہے ہیں۔ ان کے دو معروف ترجمان اور اپنی آفیشل ویب سائٹ ہے۔ جس طرح پہلے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی قیادت میں تمام مجاہدین اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کر رہے تھے۔ اب بھی وہ موجودہ امیر المومنین شیخ ہبۃ اللہ اخوندزادہ کی قیادت میں اپنے اعلی اہداف کی تکمیل کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ خلیفہ سراج الدین حقانی اور ملا محمد یعقوب ان کے جہادی امور کے معاونین ہیں۔ جب کہ ملا برادر اخوند ان کے سیاسی امور کے معاون ہیں۔ کبھی بھی کسی طالبان کے نام اور پتے سے کچھ شائع ہوا ہے اور نہ ہی کوئی ثابت کر سکتا ہے۔ اگر دشمن پر کوئی حملہ ہوتا ہے تو امارت اسلامیہ کے دو ترجمان باقاعدہ بیان جاری کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ دشمن اختلافات اور جن گروہوں کا نام لیتا ہے، ان میں سے کبھی کسی نے حملے کی ذمہ داری قبول نہیں کی ہے۔ جب زمین اور فضا کی نگرانی امریکا کر رہا اور ہر جگہ اس کا مکمل کنٹرول ہے، تب بھی طالبان نے اپنی صفوں کو متحد رکھا۔ وہ بہت مشکل حالات میں کابل انتظامیہ اور مشہور سیاسی تنظیموں سے زیادہ متحد، منظم اور فعال ہیں۔ وہ جنگ کے علاوہ سیاست اور نظم و نسق کی اعلی مثال پیش کر رہے ہیں۔ عام مجاہدین اپنی قیادت پر غیر متزلزل یقین رکھتے اور عقیدت کے ساتھ ان کی ہدایات اور احکامات پر عمل درآمد کرتے ہیں۔ وہ ایسے مشکل وقت میں بھی اپنی قیادت کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔ اس کی مکمل اطاعت کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالی کا کرم ہے کہ مجاہدین متحد اور ان کے خلاف دشمن کے تمام ہتھکنڈے ناکام ثابت ہوئے ہیں۔

کابل انتظامیہ اور کچھ لوگ یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ افغانستان میں 22 عسکریت پسند گروہ سرگرم عمل ہیں۔ اگر ہم طالبان کے ساتھ امن معاہدہ کریں، تب بھی افغانستان سے جنگ ختم نہیں ہوگی۔ ہم کس کے ساتھ معاہدہ اور مذاکرات کریں؟! حالیہ چند دنوں میں معاہدے پر عمل درآمد سے ثابت ہوا کہ تمام مجاہدین ایک قیادت اور ایک جھنڈے تلے متحد ہیں۔ ان میں اختلاف اور 22 گروہوں کی بات بالکل غلط اور من گھڑت ہے۔ اگر مجاہدین میں اختلاف ہوتا یا متعدد گروہ ہوتے تو کارروائیوں کی شدت کم کرنے کے معاہدے پر عمل درآمد نہ ہوتا۔ اس کے برعکس افغانستان کے طول و عرض میں پہلے کی طرح دھماکے اور کارروائیاں ہوتیں۔ کامیاب تجربے سے دشمن کا پروپیگنڈا دم

توڑ گیا ہے۔

ایک ٹاک شو میں کابل انتظامیہ کے حامی ایک تجزیہ کار نے دعوی کیا کہ 'طالبان متحد نہیں ہیں۔' شیخ ہبۃ اللہ اخوندزادہ کا الگ گروپ ہے۔ حقانی نیٹ ورک الگ دھڑا ہے۔ ملا یعقوب کی سربراہی میں الگ دھڑا سرگرم ہے۔ اس کے علاوہ داعش سمیت 22 شدت پسند گروپس سرگرم ہیں۔ حکومت کس کے ساتھ مذاکرات کرے؟ جس پر اینکر پرسن نے برجستہ جواب دیا کہ "آپ ان طالبان کے ساتھ مذاکرات کریں، جنہوں نے قندوز کو فتح کیا تھا۔ جنہوں نے فراہ اور غزنی فتح کیا تھا۔ جنہوں نے متعدد صوبوں کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ جنہوں نے درجنوں اضلاع فتح کیے ہیں۔ جنہوں نے کابل کے دروازے پر دستک دی ہے۔ جن کی کارروائیوں میں روزانہ درجنوں افغان فوجی مارے جاتے ہیں۔'

میں چیلنج دیتا ہوں کہ جو لوگ افغانستان میں 22 مسلح تنظیموں کی موجودگی کے دعوے کرتے ہیں، وہ ان تنظیموں اور ان کے قائدین کے نام بتائیں۔ کوئی ایک خبر بطور ثبوت پیش کریں کہ کسی واقعے کی ذمہ داری ان 22 تنظیموں میں سے کسی نے قبول کی ہو؟ ذاتی مقاصد اور سرکاری مراعات کے حصول کے لیے مجاہدین کے خلاف منفی پروپیگنڈا کرنا ان عناصر کا شیوہ ہے۔ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ ان کی سازشیں ناکام ہو گئیں اور ایسے عناصر بے نقاب ہو چکے ہیں۔

دشمن نے خود اعتراف کیا ہے کہ ہم نے طالبان میں اختلاف ڈالنے کے لیے کروڑوں ڈالر خرچ کیے اور میڈیا کے ذریعے انہیں بدنام کرنے کی کوشش کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ طالبان کے بجائے کابل انتظامیہ میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ طالبان نے امن مذاکرات کے لیے ٹیم کا اعلان کر دیا۔ جب کہ کابل انتظامیہ اور سیاسی قائدین اس حوالے سے ایک پیج پر نہیں ہیں۔ ان میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ حتی کہ کابل انتظامیہ خود بھی متحد نہیں ہے۔ امریکا کے ساتھ معاہدے پر دستخط کے بعد بین الافغان مذاکرات کا نیا دور شروع ہو گا، لیکن ابھی تک فریق مخالف نے ٹیم کا اعلان نہیں کیا ہے۔

کچھ لوگ یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ امریکی فوج کے انخلا کے بعد افغانستان میں خانہ جنگی شروع ہو گی۔ ایک بار پھر 90 کی دہائی کی طرح افغانستان میں انارکی پھیل جائے گی۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ روسی فوج کے انخلا کے وقت افغانستان میں سات جہادی تنظیمیں موجود تھیں۔ روسی جارحیت کے خاتمے کے بعد جہادی تنظیمیں آپس میں دست و گریبان ہو گئیں۔ اِس وقت امریکی جارحیت کے خلاف صرف ایک امارت برسرپیکار ہے۔ جب کہ امارت اسلامیہ نے افغانستان پر سات سال تک حکمرانی کی ہے۔ 19 برس سے امریکا اور نیٹو سمیت 48 ممالک کے خلاف جنگ لڑی ہے۔ افغانستان کے تمام 34 صوبوں میں امارت اسلامیہ کے تمام ادارے منظم اور فعال ہیں۔ ہر صوبے کے لیے گورنر اور مختلف اداروں کے ذمہ دار تعینات ہیں۔ مثالی نظم و نسق موجود ہے۔

مجاہدین کے زیر کنٹرول علاقوں میں خانہ جنگی اور لاقانونیت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ البتہ کابل انتظامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں میں بدامنی، لاقانونیت اور جرائم کے واقعات رونما ہو رہے ہیں جیسا ہی امن معاہدہ ہو گا اور بین الافغان مذاکرات کامیاب ہوں گے تو وطن عزیز آزاد اور اس میں اسلامی نظام نافذ ہو گا۔ کرپشن، لوٹ مار، لاقانونیت اور دیگر جرائم کا خاتمہ ہو گا۔ افغانستان میں ایک بار پھر مثالی امن ہو گا۔ دشمن کے تمام حربے ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ عوام اور مجاہدین کی قربانیوں کے ثمرات سامنے آ رہے ہیں۔ قوم کو جلد عظیم خوش خبری ملنے والی ہے۔ ان شاءاللہ۔

شیراٹن ہوٹل تک کا کٹھن راستہ

قاری سعید زرمتی

شیراٹن ہوٹل جتنا آرام دِہ ہے، وہاں تک سفارت کاری کا جانے والا راستہ اتنا آسان نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ طالبان رہنماؤں نے جہاد کے راستے کی طرح سیاست کی پرخار وادی کو جس ہمت اور عزم کے ساتھ سر کیا، وہ قابل داد ہے۔ 2010 امریکا مخالف جہاد کی تاریخ کا ایک اہم سال ہے۔ اس سال اوباما کی حکمت عملی کے تحت افغانستان میں امریکی فوجیوں کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا، جس کے خلاف جہاد کا معرکہ بھی عروج پر رہا۔ اس سال امریکی فوجیوں کی ہلاکتوں میں بھی قابل ذکر اضافہ ہوا۔ اسی سال ملا محمد عمر مجاہد کی براہ راست ہدایت پر طالبان کے سیاسی نمائندوں نے پہلی بار امریکی سفارت کاروں سے خفیہ ملاقات کی اور اس کے بعد افہام و تفہیم کا سلسلہ دس سال تک جاری رہا۔

طالبان اور امریکا کے درمیان مذاکرات کے دس سالہ دورانیے میں کئی بار نشیب و فراز آئے۔ فریقین بہت سے پیچیدہ مراحل سے گزرے۔ ابتدائی رابطے، خفیہ دورے، قطر کی میزبانی اور سیاسی نمائندوں کی روانگی، دفتر کا افتتاح اور پرچم کا مسئلہ، قیدیوں کا تبادلہ اور آخر کار ایک کامیاب معاہدہ اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ اس دوران حامد کرزئی چلے گئے۔ اشرف غنی آگئے۔ اوباما کے بعد ٹرمپ صدر بن گئے۔ ٹرمپ نے بھی بش اور اوباما کی طرح افغانستان میں اپنی فوجی حکمت عملی کا تجربہ کیا۔ جب انہیں شکست کا سامنا ہوا تو انہوں نے افغان تنازع سیاسی طریقے سے حل کرنے کی پالیسی اختیار کی۔ ٹرمپ کی حکمت عملی کی ناکامی اور ان کے فوجی، سیاسی اور مذہبی دباؤ کے ناکام تجربے کے بعد بالآخر وائٹ ہاؤس نے نیا موقف اختیار کیا کہ بات چیت کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے۔

اس لیے جولائی 2018 میں امریکی وفد ایک نئے پیغام کے ساتھ قطر پہنچا۔ وفد نے طالبان سے کہا کہ 'ہم اور آپ نے 17 برس تک ایک دوسرے کے خلاف مقابلہ کیا ہے۔ امریکا نے اپنی تاریخ میں اتنی لمبی جنگ نہیں لڑی۔ 18 سالوں میں ہمیں معلوم ہوا کہ اگر ہم مزید بھی 18 برس جنگ جاری رکھیں، تب بھی ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس لیے فریقین کے لیے بہتر ہے کہ مذاکرات کے ذریعے مسئلہ حل کریں۔ اس طرح طالبان اور امریکا آمنے سامنے آگئے۔ مذاکرات کے تین ادوار 2018 میں ہوئے۔ جب کہ چھ ادوار 2019 میں ہوئے۔ یہ مذاکرات آسان نہیں تھے۔ ابتدا میں امریکا نے ایک عالمی طاقت کی حیثیت سے طالبان پر برتری قائم رکھنے کی کوشش کی۔ پھر آہستہ آہستہ فوجی محاذ کی طرح مذاکرات کی میز پر بھی اس کا رویہ تبدیل ہوتا گیا۔ مذاکرات کے یہ مراحل طالبان کے لیے نہایت مشکل اور کسی امتحان سے کم نہیں تھے۔ امریکا نے دباؤ بڑھانے کے لیے مختلف ہتھکنڈے استعمال کیے۔ ابوظہبی میں مذاکرات کا تیسرا دور ہوا، جس میں ایک شریک نے مجھے بتایا کہ امریکا، سعودیہ، امارات، پاکستان اور اس کے تمام اتحادیوں نے طالبان مذاکرات کاروں کے خلاف اتحاد کیا تھا۔ وہ طالبان کو دباؤ اور منت سماجت کے ذریعے قائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ باہر اشرف غنی کے نمائندے حمد اللہ محب سے صرف ایک ملاقات کرلیں، تاہم طالبان نے صاف انکار کردیا۔

مذاکرات کے دیگر ادوار میں طالبان نے توقع سے بڑھ کر امریکی نمائندوں کے ساتھ معاہدے کے ہر لفظ پر دلائل دیے۔ کئی کئی روز تک مذاکرات جاری رہے۔ مذاکرات کے عمل کو یک طرفہ سمجھنے والے امریکی نمائندوں کو غلط فہمی تھی کہ وہ طالبان کو جلد اپنی خواہش کے مطابق قائل کرلیں گے۔ جب مذاکرات شروع ہوئے تو انہیں پتہ چلا کہ طالبان عسکری محاذ کی طرح یہاں بھی اپنے موقف پر سختی سے قائم ہیں۔ طالبان نے وائٹ ہاؤس، پینٹاگون، سی آئی اے اور امریکی محکمہ خارجہ کے مذاکرات کاروں کو طویل عرصے تک مصروف رکھا۔ معاہدے کے ہر لفظ پر معقول دلائل سے اپنا موقف منوایا۔

جب امریکی صدر ٹرمپ نے مذاکرات کے نو ادوار کے بعد امن عمل منسوخ کرنے کا اعلان کیا تو کچھ سطحی مفکرین نے ٹرمپ کے ٹویٹ کو طالبان کا سیاسی زوال قرار دیا۔ جب کہ طالبان حواس باختہ نہیں ہوئے۔ انہوں نے نہایت حوصلے سے کام لیا اور محتاط انداز میں رد عمل ظاہر کیا۔ طالبان کافی تجربہ رکھتے ہیں۔ ان کے قائدین دور اندیش اور منجھے ہوئے تجربہ کار ہیں۔ وہ معاملات سلجھانے کی بہترین صلاحیت سے مالامال ہیں۔ وہ اپنے اصولی موقف پر قائم اور اس پر معقول دلائل دیتے ہیں۔ ان کے مخالفین بھی ان کے موقف کے معترف ہیں۔ ٹرمپ کی ٹویٹ کے بعد ملا برادر اخند نے اپنے دوستوں کو اکٹھا کیا اور ملا محمد عمر مجاہد کی بات دہرائی کہ 'وہ اپنا کام کریں گے اور ہم اپنا کام کریں گے۔ ہمیں اپنے کام پر توجہ دینا ہوگی۔' ہم مختلف ممالک کا دورہ کریں گے۔ انہیں سمجھائیں گے کہ مذاکرات کا عمل ہم نے ناکام نہیں بنایا۔ اس کے بعد طالبان نے بہت سے ممالک کے سفارتی دورے کیے۔

ٹرمپ کے انکار سے تین ماہ تک امن عمل کا سلسلہ رُکا رہا۔ اس دوران فریقین نے صرف قیدیوں کے تبادلے پر مذاکرات کیے اور نومبر میں قیدیوں کا تبادلہ ہوا۔ آخر کار 6 دسمبر 2019 کو امریکی وفد کے سربراہ زلمے خلیل زاد نے ایک بار پھر قطر کا دورہ کیا اور مذاکرات دوبارہ شروع کرنے کی خبر دی۔ 6 دسمبر سے 29 فروری 2020 تک یہ مرحلہ بھی حسب سابق کٹھن تھا۔ ٹرمپ نے جنگ بندی پر اصرار کیا، جب کہ طالبان نے انکار کیا۔ بالآخر فریقین نے عسکری کارروائیاں کم کرنے پر اتفاق کرلیا۔ فریقین نے 22 فروری سے 29 فروری تک کارروائیاں محدود کرنے کا اعلان کیا۔ 21 فروری کو امریکی وزیر خارجہ مائک پومپیو نے اعلان کیا کہ 29 فروری کو طالبان اور امریکا کے مابین سمجھوتہ طے پاجائے گا۔ اس سے ایک ہفتہ پہلے فوجی آپریشن روک دیا جائے گا۔ اس طرح سے اس معاہدے کو حتمی شکل دے دی گئی، جو اس سے پہلے بہت سے لوگوں کے خیال میں ایک افسانہ تھا۔

کچھ لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ 'امریکا نے نہایت چالاکی سے 29 فروری کی تاریخ کو معاہدے کے لیے مقرر کیا، کیوں کہ یہ دن چار سال بعد آتا ہے۔ امریکا کو ہر سال اس دن خفت نہیں اٹھانا پڑے گی۔' جب کہ افغانستان کی تاریخ ایسی ہے کہ اس ملک پر انگریز، چنگیز اور سوویت یونین نے جارحیت کی اور ان سب کو شکست ہوئی۔ افغان عوام شمسی تاریخ سے انگریز اور سوویت یونین کی شکست کے دن جشن مناتے ہیں۔ جب کہ آئندہ سال بھی افغان عوام ماہ حوت کی دسویں تاریخ کو جشن منائیں گے، جو افغانستان کی تاریخ میں ایک اور جشن کا اضافہ ہے۔

دوحہ ــ نئے معاہدہ، نئے مرحلے کا آغاز

پروفیسر ذاکر جلالی

قطر کے دارالحکومت دوحہ میں امارت اسلامیہ اور امریکا کے مابین جارحیت کے خاتمے کا معاہدہ افغانستان کی تاریخ میں ایک غیر معمولی پیش رفت ہے۔ اس میں تیس سے زائد ریاستوں اور بین الاقوامی تنظیموں کے نمائندوں نے شرکت کی تھی۔ اس معاہدے پر امریکی وزیر خارجہ مائیک پومپیو کی موجودگی میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ ملا عبدالغنی برادر اور افغان امن کے لیے امریکا کے خصوصی ایلچی زلمے خلیل زاد نے دستخط کیے۔ اس معاہدے کی بنیاد پر افغان تنازع کا بیرونی پہلو ختم ہو جاتا ہے۔ امریکا اس معاہدے کے تحت افغانستان سے اپنی تمام فوج کا مکمل انخلا کرے گا۔ وہ افغانوں پر بمباری کر سکے گا اور نہ ہی کسی افغانی کو قید کر سکتا ہے۔ اسی طرح معاہدے پر دستخط کرنے کے بعد طالبان غیر ملکی فوج پر حملے بند کر دیں گے۔ اس سے پہلے مجاہدین نے جہادی کارروائیوں میں کمی لاکر یہ ثابت کر دیا کہ وہ ایک قیادت کے ماتحت منظم اور متحد ہیں۔ اسی طرح وہ دوحہ معاہدے کے لیے پرعزم ہیں۔ اسی دوران غیر ملکی فوج نے بھی معاہدے کی کوئی واضح خلاف ورزی نہیں کی۔

29 فروری کو تاریخی معاہدے کی تقریب میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے مستقل ممبر ممالک سمیت علاقائی اور بین الاقوامی تنظیموں کے تقریبا 30 ریاستوں کے وزرائے خارجہ اور نمائندوں نے شرکت کی۔ اس سے معاہدے کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ میزبان ملک نے بہت اعلی سطح کی تقریب کا انعقاد کیا تھا۔ یہ معاہدہ دوحہ کے مشہور ہوٹل شیراٹن میں ہوا۔ یہ ایک تاریخی واقعہ تھا، جسے ہماری آنے والی نسلیں ہمیشہ یاد رکھیں گی۔

معاہدے پر دستخط کی اعلی سطح کی تقریب کے انعقاد سے واضح ہوا کہ افغانستان کے امن واستحکام کے حوالے سے بین الاقوامی سطح پر اتفاق رائے پیدا ہوا ہے۔ امریکا سے متعدد اختلافات کے باوجود حریف ریاستوں کے نمائندوں نے اس تقریب میں حصہ لیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے ان ریاستوں کے بہت سے معاملات میں مفادات کا ٹکراؤ ہے۔ البتہ وہ افغانستان میں امن اور استحکام کے لیے قریب الفکر ہیں۔ تقریب کے اعلی پروفائل نے یہ بھی ظاہر کیا کہ ان کے نزدیک طالبان دہشت گرد نہیں، بلکہ افغان معاشرے اور سیاست کا اہم جز ہیں۔ عالمی برادری بھی طالبان کو افغانستان کی عسکری اور سیاسی قوت تسلیم کرتی ہے۔

امریکا اور طالبان کے مابین طویل مذاکرات اور دوحہ معاہدے پر دستخط کا ایک اہم پیغام یہ ہے کہ افغان سیاست میں ایک نیا باب کھل رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جرمنی کے شہر 'بون' میں دسمبر 2001 میں طالبان کی غیر موجودگی میں غیر ملکی فوج کی افغانستان آمد کو 'قانونی حیثیت' دی گئی تھی، وہ اب کارآمد نہیں رہی۔ اگرچہ امریکا طالبان کو بطور 'امارتِ اسلامیہ افغانستان' تسلیم نہیں کرتا، البتہ یہ واضح ہے کہ موجودہ کابل انتظامیہ 'اسلامی جمہوریہ افغانستان' کو بھی معطل کر دیا گیا ہے۔ معاہدے کے متن میں نئی 'افغان اسلامی حکومت' کی اصطلاح سے ظاہر ہوتا ہے کہ افغانستان اور امریکا کے تعلقات کو نئی شکل دی گئی ہے، جو باہمی احترام پر مبنی ہوں گے۔ امریکا کو یہ حق نہیں ہوگا کہ وہ افغانستان کی آئندہ حکومت کی قومی خودمختاری کے اصول سے انکار کرے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ 18 سالہ جنگ کے بعد دونوں فریق مستقبل میں مثبت تعلقات پر زور دیتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے امریکی حکام اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جنگ کا تسلسل ان کے مفاد میں نہیں ہے۔ بدلتے حالات کے مطابق اس کا از سر نو جائزہ لینا ہوگا۔

دوحہ میں معاہدے پر دستخط ہونے کے چند ہی لمحوں بعد امارت اسلامیہ کے زعیم شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ کا پیغام جاری ہوا۔ اس میں بہت سی باتیں نئی تھیں۔ پچھلے پیغامات کی نسبت یہ بہت مختلف اور نئے حالات کے مطابق تھا۔ طالبان سربراہ نے معاہدے کو پوری افغان قوم کی 'مشترکہ فتح' قرار دیتے ہوئے کہا کہ 'افغانستان سے تمام غیر ملکی فوج کا انخلا اور مستقبل میں عدم مداخلت ایک بڑی کامیابی ہے۔'

طالبان سربراہ کے پیغام میں بین الافغان مذاکرات کے لیے بھی عندیہ دیا گیا ہے۔ پیغام میں امریکا کے ساتھ مذاکرات کو 'پیچیدہ' قرار دیا گیا ہے۔ مزید کہا گیا ہے کہ مذاکرات کی کامیابی سے تمام افغانوں کو یہ پیغام ملتا ہے کہ 'ہم ایک قابل عمل اور منصفانہ حل کے لیے تیار ہیں۔' شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ نے کابل انتظامیہ کے اہل کاروں کو جنگ سے دستبرداری کا پیغام دیا ہے۔ ایک مثبت نکتہ یہ ہے کہ امیر المومنین نے

اپنے پیغام میں مخالفین کے خدشات دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ پیغام میں ان کے لیے 'عام معافی دینے' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ امارت اسلامیہ کے زعیم نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے معاہدے کے بعد اپنے تمام مخالفین کے لیے عام معافی کا اعلان کر دیا ہے۔

معاہدے پر دستخط سے قبل مولوی امیر خان متقی نے دوحہ میں ملا برادر اخوند کی موجودگی میں اپنے ارکان سے خطاب میں اس معاہدے کو 'تمام افغانوں کی فتح' قرار دیا۔ متقی صاحب نے کہا کہ افغانستان تمام افغانوں کا مشترکہ گھر ہے۔ متقی صاحب کے الفاظ سے اگلے بین الافغان مذاکرات کے لیے طالبان کی تیاریاں ظاہر ہوئیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں سوچنا ہوگا کہ مستقبل میں کس طرح ایک مشترکہ نظام قائم کرنا ہے، جس میں تمام افغان شامل ہوں۔

سیاسی دفتر کے سربراہ ملا عبدالغنی برادر نے تقریب سے مختصر، مگر پر مغز خطاب کیا۔ ملا برادر اخوند نے معاہدے پر عمل درآمد کے سلسلے میں امریکا سے وعدہ کیا کہ وہ معاہدے پر مکمل عمل کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ وہ افغانستان کی فوجی اور سیاسی طاقت کی حیثیت سے اپنے ہمسایہ ممالک، خطے اور دنیا کے ساتھ مثبت تعلقات رکھنا چاہتے ہیں۔ ملا برادر اخند نے اپنے خطاب میں غیر ملکی فوج کے انخلا پر زور دیتے ہوئے مزید کہا کہ 'انہیں امید ہے کہ 'تمام عوام غیر ملکی فوجوں کے انخلا کے بعد سکون کی زندگی میسر ہوگی اور ہم خوش حال زندگی کا آغاز کریں گے۔' ملا عبدالغنی برادر نے کہا کہ ہم بین الافغان مذاکرات کے لیے تیار ہیں۔ ہم غیر ملکی فوج کے بعد ملک کی سلامتی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے مثبت اور تعمیری کردار ادا کریں گے۔ میں تمام افغانوں سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ ایک آزاد اور مضبوط اسلامی نظام کے لیے دیانت داری کے ساتھ مذاکرات شروع کریں۔ سنجیدگی کے ساتھ مسائل کے حل کے لیے مثبت کردار ادا کریں۔

ان تمام شرائط اور قومی، علاقائی اور بین الاقوامی اتفاق رائے کے بعد ابھی بھی جس چیز کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے، وہ کابل انتظامیہ کا موقف ہے۔ اشرف غنی اور ان کے سرکردہ افراد ابتدا سے خلیل زاد کی سربراہی میں امن مذاکرات کے مخالف تھے۔ واشنگٹن میں گزشتہ سال قومی سلامتی کے مشیر حمداللہ محب کا بیان اس مخالفت کی ایک زندہ مثال ہے۔ اشرف غنی نے کچھ عرصہ قبل طالبان کو غیر مشروط مذاکرات کی پیش کش کی تھی۔ جب امن عمل دوحہ میں آگے بڑھا اور بات چیت میں پیش رفت ہوئی تو اشرف غنی کا موقف تبدیل ہو گیا۔ متعدد مواقع پر کابل انتظامیہ کے سربراہ نے ریڈ لائن کا ذکر کیا، جب امریکا کی طرف سے ان پر دباؤ بڑھا تو سب کچھ بدل گیا۔ انس حقانی کی عدم رہائی سے متعلق ان کا بیان ریکارڈ پر ہے۔ جب کہ امریکی دھمکی کے بعد ان کی رہائی سے متعلق اشرف غنی کی دھمکی اور ریڈ لائن سب کچھ بدل گیا۔

جب کہ طالبان اور امریکا نے معاہدے پر دستخط کیے ہیں۔ ایسا لگتا ہے اشرف غنی دباؤ میں ہیں۔ معاہدے پر دستخط ہونے کے ایک دن بعد انہوں نے نفرت انگیز بیان دیا۔ انہوں نے 5 ہزار قیدیوں کی رہائی کی مخالفت کی۔ البتہ انہیں صدر ٹرمپ نے فون کیا اور 'اگلے اقدامات' بارے بتایا۔ اگرچہ اشرف غنی کا کہنا ہے کہ ٹرمپ نے واضح طور پر قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ نہیں کیا۔ تاہم دوحہ معاہدے کے مطابق بین الافغان مذاکرات سے قبل قیدیوں کی رہائی اعتماد سازی کے لیے ضروری ہے۔ ان تمام تر حالات اور پیش رفت کے باوجود جو بات ابھی تک مبہم ہے، وہ بین الافغان ڈائیلاگ کا مرحلہ ہے۔ طالبان نے امریکا کے ساتھ 11 ادوار پر مشتمل مذاکرات کیے ہیں۔ وہ بین الافغان بات چیت کے لیے تیار ہیں۔ سوال یہ ہے کہ بین الافغان مکالمے میں کون حصہ لے گا؟ کابل انتظامیہ کی جانب سے وفد کی تقرری پر ابھی تک کوئی پیش رفت نہیں ہوئی ہے۔ اشرف غنی اور عبداللہ کی مخالفت میں اضافہ ہوا ہے۔ سیاست دانوں اور کابل انتظامیہ کے مابین فاصلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ اختلافات باعثِ تشویش ہیں۔ البتہ یہ واضح ہے یہ تشویش اتنے بڑے پیمانے پر شروع ہونے والے امن عمل کو متاثر نہیں کر سکتی۔

کابل کی موجودہ صورت حال کے مطابق امریکا کی مداخلت کے بغیر کابل انتظامیہ اور سیاست دان ایک متفقہ مذاکراتی وفد کی تقرری نہیں کر سکیں گے۔ اسی بنیاد پر اگلا مرحلہ ایک بار پھر امریکا کے ارادوں پر منحصر ہے۔ اگر یہ مرحلہ مکمل طور پر کابل انتظامیہ نے اپنے کنٹرول میں لیا تو بین الافغان ڈائیلاگ کا عمل متاثر ہو سکتا ہے۔ اشرف غنی اور ان کے مخالف سیاست دانوں کے مابین ایک اور مقابلہ ہوگا۔ وہ ایک متفقہ وفد کی تعیناتی پر باہم دست و گریبان ہیں۔ اشرف غنی کی خواہش ہے کہ وہ چند سرکاری افراد پر مشتمل مذاکراتی ٹیم تشکیل دیں۔ جب کہ ڈاکٹر عبداللہ اور دیگر سیاست دان مذاکراتی وفد میں صرف سرکاری عہدے داروں کو شامل کرنے کے خلاف ہیں۔ ان کا موقف ہے کہ تمام اہم جماعتوں پر مشتمل ایک جامع وفد کی تقرری ضروری ہے، جس میں سرکردہ شخصیات کی نمائندگی شامل ہو۔ اس صورت حال میں امریکا غیر جانب دار نہیں رہ سکتا۔ مذاکراتی عمل کی ناکامی کا الزام صرف کابل انتظامیہ اور سیاست دانوں پر عائد نہیں ہوتا، بلکہ یہ امریکا کی ذمہ داری ہے کہ وہ بین الافغان ڈائیلاگ کی کامیابی کے لیے کابل انتظامیہ کو سہولت فراہم کرے۔

فلسطین کے مرحلہ وار تاریخی موڑ

عبدالستار سعید

فلسطین ارض الانبیا شام کا اہم حصہ ہے۔ امت مسلمہ کا قبلہ اول مسجد اقصی یہاں موجود ہے۔ یہ مسلمانوں کے لیے ایک نمایاں مقام سمجھا جاتا ہے۔ فلسطین تیرہ صدیوں سے مسلمانوں کا وطن تھا، گزشتہ سات دہائیوں سے مسلمانوں کی مظلومیت اور محرومیت کی علامت بن چکا ہے۔ فلسطینی مسلمانوں کی مظلومیت کی حالیہ مثال امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی وہ ظالمانہ پالیسی ہے، جس میں وہ چاہتے ہیں کہ اس زمین کو ہمیشہ کے لیے یہودیوں کے نام کر دیں۔ مسئلہ فلسطین سمجھنے کے لیے یہاں اہم نکات ذکر کریں گے۔ امید ہے موضوع کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

636ء میں فلسطین کی فتح:

15 ہجری بمطابق 636 عیسوی کو فلسطین کا اقتدار روم کے مسیحیوں سے مسلمانوں کو منتقل ہو گیا۔ اس سے قبل فلسطین اور شام کے دیگر حصوں پر مسیحیوں کی حکومت تھی۔ وہ رومن ایمپائر کے تابع تھے۔ اسلام کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانے میں شام میں فتوحات کے سلسلے میں فلسطین بلا کسی جنگ کے ہاتھ آ گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی مسجد اقصی کی چابیاں حاصل کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے بیت المقدس گئے۔

1099ء میں بیت المقدس کا سقوط:

جب یورپی عیسائیوں نے اسلامی دنیا پر صلیبی حملے شروع کیے، ان حملوں میں 1099 میں بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ بیت المقدس اور فلسطین کے دیگر حصے 88 سال سے صلیبیوں کے قبضے میں رہے۔ مسلمان اپنے قبلہ اول میں عبادت سے محروم تھے۔

1187 میں صلاح الدین ایوبی کا کارنامہ:

فلسطین، بیت المقدس اور مسجد اقصی 88 سال تک صلیبیوں کے قبضے میں تھے۔ مسلمان اپنی حالت کی طرح اس کی جدائی پر حسرت سے آنسو بہا رہے تھے۔ بہت سے غازیوں نے صلیبی قبضہ توڑنے کی کوشش کی، مگر اللہ کی تقدیر نے یہ اعزاز صلاح الدین ایوبی کے حصے میں لکھا تھا۔ حتی کہ 1187 میں صلاح الدین ایوبی نے حطین کے معرکے میں صلیبیوں کو شکست دی۔ جس سے فلسطین بھی آزاد ہو گیا۔ قبۃ الصخرہ کی اذان گاہوں سے تکبیر کے نعرے بلند ہونے لگے۔ 1229ء میں ایک بار پھر صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا، مگر وہ یہ قبضہ زیادہ دیر برقرار نہ رکھ سکے۔ اس کے بعد یہ تاریخی سرزمین کبھی کفار کے قبضے میں نہیں گئی، تاآنکہ بیسویں صدی میں عثمانی خلافت کا سقوط ہو گیا۔

1895ء میں یہودی نظریے کا ظہور:

انیسویں صدی میں یہودیوں کی صہیونی تحریک زور پکڑ گئی۔ اس تحریک کے اہم رہنما ہرتزل نے 1895 میں یہودی حکومت کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ انہوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ یہودیوں کے لیے ایک الگ اور مستقل حکومت قائم کی جائے۔ اس نے یہودی ریاست کے لیے تین علاقے خاص کیے۔ فلسطین، یوگنڈا یا جنوبی امریکا کے ملک ارجنٹائن کا کوئی حصہ!

1917ء میں فلسطین پر جارحیت:

1917ء سے قبل فلسطین شام اور حجاز کی طرح عثمانی خلافت کا حصہ تھا۔ انہی سالوں میں پہلی جنگ عظیم میں عثمانی شکست کھا گئے۔ عرب علاقے اس کے ہاتھ سے نکل گئے۔ فلسطین اور بیت المقدس انگریز کے قبضے میں چلے گئے۔

اعلان بالفور:

فلسطین پر جارحیت کے چند ماہ بعد 2 نومبر 1917 برطانوی وزیر خارجہ آرتو بالفور نے فلسطین میں یہودی حکومت کی تاسیس کا اعلامیہ جاری کیا، جو بعد

ازاں 'اعلان بالفور' نام سے مشہور ہوا۔ اس اعلامیے نے یہودی ریاست کے ایک خیالی نظریے کو عملی نفاذ کے قریب کر دیا۔ حکومت کی تشکیل کے لیے انگریز کی مدد سے فلسطین میں یہودیوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

تقسیمِ فلسطین اور قیامِ اسرائیل:

نومبر 1947 میں اقوام متحدہ نے امریکا اور یہودیوں کی فرمائش پر فلسطین کو تقسیم کر کے یہودی حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا۔ اس تقسیم کے مطابق فلسطین کا 58 فیصد یہودیوں کو دیا گیا۔ یہودیوں نے اس پر صبر نہیں کیا اور وہ بقیہ فلسطین پر بھی قبضے کے لیے سرگرم ہو گئے۔ فلسطینی مسلمان اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ آخر فلسطینی مسلمانوں کے پاس بیت المقدس کا مشرقی حصہ، دریائے اردن کا مغربی کنارہ، غزہ کی پٹی جیسے علاقے باقی رہ گئے۔ باقی سب اسرائیلی حکومت کا حصہ بن گئے۔

یہودی قبضے کا دوسرا مرحلہ:

یہودی ریاست ایک ناسور کی طرح مشرق وسطی میں ابھرا۔ اس نے تمام عربوں سے دشمنی شروع کر دی۔ تب کے عرب رہنماؤں نے بجائے یہ کہ اسلام اور مذہبی جذبے کی بنیاد پر غاصب یہودیوں کے خلاف جہاد شروع کرتے، انہوں نے 'عرب قومیت' کے نام پر مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ مصر کے صدر جمال عبدالناصر، شام کے حافظ الاسد دونوں اسلام سے بے زار اور عرب قومیت کے نعرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کے زیرِ حمایت فلسطینی مزاحمت کی سربراہی بھی یاسر عرفات کو سونپی گئی تھی، جو سیکولر مزاج کے حامل قوم پرست تھے۔ اسرائیل نے امریکا، برطانیہ اور دیگر ممالک کے تعاون سے جون 1967 میں مغربی کنارے، غزہ، مشرقی بیت المقدس، شام کی گولان کی پہاڑیاں اور مصر کے صحرائے سینا پر اچانک حملہ کر دیا۔ اُس نے ایک سازش کے تحت مصر کی فضائی قوت کو اُڑنے سے پہلے زمین پر ہی تباہ کر دیا۔ اس نے مذکورہ تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح مسلمان باقی ماندہ زمینوں سے بھی محروم ہو گئے۔ غزہ اور مغربی کنارے کی حکومت اسرائیل کے ہاتھ آ گئی۔ لاکھوں مسلمان ہجرت پر مجبور ہو گئے۔ اسرائیل نے مسلمانوں کے علاقے فتح کرنے کے ساتھ وہاں اپنی آبادکاری بھی شروع کر دی، جو اب تک جاری ہے۔ یہودیوں کے اس اقدام نے مسلمانوں کو برانگیختہ کر دیا۔ عرب رہنما اُسی سال سوڈان کے دارالحکومت خرطوم میں جمع ہوئے اور عہد کیا کہ اسرائیل کے ساتھ کبھی بھی صلح نہیں کریں گے۔

معاہدہ کیمپ ڈیوڈ اور عربوں کی پسپائی:

عرب رہنماؤں میں ابتدائی طور پر اسرائیل دشمنی پر مکمل اتفاق تھا۔ کچھ مذہبی اور کچھ قومی جذبے کی بنیاد پر اسرائیل بارے بہت حساس تھے۔ 17 ستمبر 1978 کو امریکی صدر جیمی کارٹر کی ثالثی میں مصر اور اسرائیل کے درمیان ایک معاہدہ ہوا۔ اس کی رو سے مصر نے اسرائیل کو سرکاری سطح پر تسلیم کر لیا۔ اس معاہدے پر مصری صدر انور سادات اور اسرائیلی سربراہ مخام بیگن نے دستخط کیے۔ یہ مصر اور اسرائیل کی دوستی اور سیاسی تعلقات کا آغاز تھا۔ اسرائیل نے وادیِ سینا سے پسپائی اختیار کر لی۔ جب کہ مصر نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا اور اسرائیلی بحری بیڑوں کو نہر سوئز سے گزرنے کا راستہ دے دیا۔

لبنان پر اسرائیلی حملہ:

جب اسرائیل نے 1967 میں فلسطین کے علاقے مغربی کنارے پر جارحیت کی تو فلسطینی حریت پسند رہنما یاسر عرفات کی سربراہی میں اُردن گئے۔ انہوں نے اردنی عام لوگوں کی مدد سے اتنی قوت حاصل کر لی کہ وہ اردن کی شاہی حکومت کو چیلنج کرنے لگے۔ اس طرح اردن کی شاہی حکومت اور فلسطین کے حامیوں کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔ اسے اردن کی خانہ جنگی کہا جاتا ہے۔ اردن نے دیگر ممالک کے تعاون سے 'سیاہ ستمبر آپریشن' میں جوابی کارروائی کر کے فلسطینی جنگجوؤں کو بے بس کر دیا۔ فلسطینی جنگجوؤں نے لبنان کا رخ کیا اور لبنان کے جنوبی حصے سے اسرائیل پر حملے شروع کر دیے۔ اسرائیل نے ان حملوں کو بہانہ بنا کر 1982 میں لبنان پر ہلّہ بول دیا۔ جس سے وہ لبنان کے ایک بڑے حصے قابض ہو گیا۔ نتیجۃً لبنان میں اسرائیل مخالف عسکری گروپ اٹھنے لگے۔ اُن میں ایران کا حمایت یافتہ گروپ 'حزب اللہ' سب سے نمایاں تھا۔ اسرائیل نے 1985 میں لبنان کے بہت سے حصوں سے پسپائی

اختیار کرلی، مگر لبنان کے جنوب کے کچھ علاقے سال 2000ء تک اپنے پاس رکھے۔

تحریکِ انتفاضہ کا آغاز:

اسّی کی دہائی میں ہونے والی بات چیت اور امن خیز کوششوں کی ناکامی کے بعد الفتح اور یاسر عرفات کی ناکارہ پالیسی نے فلسطینیوں کو اس پر ابھارا کہ وہ ایک اور راستے پر غور کریں۔ تب مصر میں اخوانی تحریک مضبوط ہو چکی تھی، جس کے فلسطین پر بھی گہرے اثرات تھے۔ ان حالات نے حماس کو وجود بخشا، جس کے پاس اپنی دینی وجہادی قیادت وفکر تھی۔ 1987 میں تمام جارحیت زدہ علاقوں مغربی کنارہ، بیت المقدس اور غزہ میں اسرائیل نے حملوں کا آغاز کر دیا۔ نتیجۃً فلسطینی مجاہدین کی طرف سے جوابی دھماکے اور فدائی حملے شدت اختیار کر گئے۔ اس تحریک کو 'پہلا انتفاضہ' کہا جاتا ہے۔ فلسطینی اسلام پسندوں کی اس تحریک نے یاسر عرفات کا موقف کمزور کر دیا۔ جس سے یاسر عرفات مجبور ہو گئے کہ وہ اپنا کردار ادا کریں۔

معاہدہ اوسلو:

خلیج کی جنگ میں کامیابی کے بعد مشرق وسطی میں امریکی موقف ماضی کی نسبت زیادہ مضبوط ہو گیا۔ امریکا نے عرب اور اسرائیل کے درمیان ثالثی کی کوششیں شروع کر دیں۔ 1991 میں امریکا اور سوویت یونین کی کوششوں سے عرب حکمران اور اسرائیل آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ اُسی کانفرنس نے اوسلو معاہدے کی راہ ہموار کی، جو 1993 میں امریکی صدر بل کلنٹن کی ثالثی سے یاسر عرفات اور اسرائیل کے سربراہ اسحاق رابین کے درمیان طے پایا۔ اس معاہدے کے مطابق فلسطینیوں نے تحریکِ انتفاضہ ختم کر دی اور اسرائیل مقبوضہ علاقوں مغربی کنارے اور غزہ میں فلسطینیوں کو آزادانہ نظام بنانے کی اجازت دے گا، جو ایک حکومت کی طرح ہو گا۔ اس معاہدے کے بعد بھی اسرائیل کی ظالمانہ بمباریاں اور فلسطینیوں کا دفاعی جہاد جاری رہا۔ اسرائیل 2002 میں مکمل طور پر غزہ سے نکل گیا، مگر اس نے دریائے اردن کا مغربی کنارہ اپنے کنٹرول میں رکھا۔

ٹرمپ کا 'صدی کا معاہدہ:

یہودی ریاست ایک ناسور کی طرح مشرق وسطی میں ابھری۔ اس نے تمام عربوں سے دشمنی شروع کر دی۔ تب کے عرب رہنماؤں نے بجائے یہ کہ اسلام اور مذہبی جذبے کی بنیاد پر غاصب یہودیوں کے خلاف جہاد شروع کرتے، انہوں نے 'عرب قومیت' کے نام پر مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ مصر کے صدر جمال عبدالناصر، شام کے حافظ الاسد دونوں اسلام سے بے زار اور عرب قومیت کے نعرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کے زیرحمایت فلسطینی مزاحمت کی سربراہی بھی یاسر عرفات کو سونپی گئی تھی، جو سیکولر مزاج کے حامل قوم پرست تھے۔ اسرائیل نے امریکا، برطانیہ اور دیگر ممالک کے تعاون سے جون 1967 میں مغربی کنارے، غزہ، مشرقی بیت المقدس، شام کی گولان کی پہاڑیاں اور مصر کے صحرائے سینا پر اچانک حملہ کر دیا۔

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ یہودیوں سے انتہائی قریبی تعلقات رکھتے ہیں۔ وہ گزشتہ کئی سالوں سے 'صدی کا معاہدہ' کے نام سے مسئلہ فلسطین کے حل کے لیے پالیسی پیش کرنے کی باتیں کرتے رہے ہیں۔ حتی کہ انہوں نے 28 جنوری 2020 کو وائٹ ہاؤس میں اسرائیل کے سربراہ بنیامین نیتن یاہو کے ساتھ مل کر متعلقہ پالیسی کا اعلان کر دیا۔ اس معاہدے کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام تر مقبوضہ فلسطینی علاقوں پر اسرائیلی قبضے کو قانونی حیثیت دی جائے۔ اس پالیسی کے مطابق مغربی کنارے میں قصبے اور دیہات اسرائیلی سرزمین سمجھے جائیں گے۔ مسلمانوں کو جزیروں کی طرح چھوٹی چھوٹی مقدار میں جگہیں دی جائیں گی۔ یہ پالیسی بالکل یک طرفہ ہے۔ فلسطینیوں نے اسے مسترد کر دیا ہے۔ اسی طرح اسلامی دنیا کے کچھ ممالک نے بھی اس حوالے سے اپنا ردعمل دکھایا ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ ٹرمپ کی پالیسی فلسطین کا قضیہ حل نہیں کر سکتی، بلکہ وہ اس تنازع کی آگ پر مزید تیل چھڑکنے کا کام کرے گی۔

فلسطین کے لئے ٹرمپ کی نئی پالیسی اور اسلامی دنیا کا کمزور موقف

حسن مہمند

28 جنوری 2020 کو وہائٹ ہاؤس میں امریکا کے اسلام دشمن یہود پرور صدر ٹرمپ کی جانب سے فلسطین کے لیے ڈیل آف سینچری کے عنوان سے پرامن حل کے نام پر اس پالیسی کا اعلان کیا گیا جس کے لیے وہ ان کے یہودی داماد کروشنر نے تین سال مسلسل کوشش کی۔

جیرڈ کروشنر نے کہا ہے کہ اس پلان کے لیے میں نے 25 کتابیں پڑھی ہیں اور اس کی روشنی میں، میں نے اتنا بڑا منصوبہ تشکیل دیا ہے۔ اسلامی دنیا خصوصاً مشرق وسطی کے موجودہ خراب حالات کو دیکھتے ہوئے یہ اعلان پوری اسلامی دنیا پر بہت بڑا حملہ ہے۔ ٹرمپ کے یہودی داماد اور اس منصوبے کے اصل منصوبہ ساز جیرڈ کوشنر نے اسے مشرق وسطی کے لیے اسے امن، ترقی وخوشحالی اور فلسطینیوں کے لیے اچھے مواقع کے حصول کا ایک اچھا منصوبہ قرار دیا۔ مگر فلسطینی صدر نے اس معاہدے کو ایک سازش اور احمقانہ پیش کش قرار دیا۔

فلسطین کی وسیع البنیاد حکومت کے سربراہ محمود عباس نے بھی اس منصوبے کو فلسطینیوں کے لیے تھپڑ قرار دیا اور اسے ہزار مرتبہ مسترد کیا۔ اس حوالے سے عرب لیگ کی جانب سے قاہرہ میں بلائے گئے ایمرجنسی اجلاس میں جس میں تقریباً تمام عرب ممالک کے وزرائے خارجہ شریک تھے فلسطینی صدر محمود عباس نے سخت گفتگو کی اور اس پالیسی کے منفی پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ محمود عباس نے کہا کہ میں نے صدر ٹرمپ سے ٹیلیفونک گفتگو سے انکار کر دیا اور ان کے پیغاموں کا بھی کوئی جواب نہیں دیا کیوں کہ میں جانتا تھا کہ وہ پھر کہے گا کہ انہوں نے اس حوالے سے ہم سے مشورہ کیا تھا۔

میں نہیں چاہتا بیت المقدس فروش کے نام سے یاد کیا جاؤں۔ فلسطینی عوام اسرائیلی قبضے کے خاتمے اور آزاد فلسطینی حکومت کے قیام کے لیے اس وقت سب سے زیادہ آمادہ ہوں گے جب ان کی دارالحکومت مشرقی بیت المقدس ہو۔ ہم اسرائیل کے ساتھ مذاکرات اور فلسطینی مسئلے کے حلے کے حوالے سے امریکا کو واحد ثالث کے طور پر تسلیم نہیں کر سکتے۔ اجلاس کے آخر میں عرب لیگ نے مشترکہ اعلامیہ جاری کیا۔ اس پالیسی کو مسترد کر دیا اور اسے فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ بہت بڑی بے انصافی قرار دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ عرب لیگ نے یہ اعلان بھی کر دیا کہ اس پالیسی کے نفاذ میں امریکا کی کوئی مدد نہیں کریں گے۔ اس کے بعد جدہ میں اسلامی کانفرنس کی جانب سے بلائے گئے اجلاس میں بھی یہ پالیسی مسترد کر دی گئی اور امریکی کانگریس میں بھی اس کی مخالفت میں آوازیں اٹھیں۔ مگر اقوام متحدہ کے سلامتی کونسل میں ویٹو پاور رکھنے والے ممالک نے اس پر کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا۔ بس روس نے صرف اتنا کہا کہ اسرائیل اور فلسطینی براہ آمنے سامنے بیٹھ کر یہ مسئلہ مل کر حل کریں۔

ٹرمپ کی پالیسی کے خلاف سلامتی کونسل میں تیونس اور انڈونیشیا نے بھی درخواستیں جمع کر رکھی تھیں مگر منظوری کے لیے جتنے ووٹ درکار تھے ان ووٹوں کے حصول میں ناکامی کی وجہ سے وہ درخواستیں واپس لے لی گئیں۔

ٹرمپ کی اعلان شدہ پالیسی میں آیا ہے کہ فلسطین صرف مغربی کنارے اور غزہ سے عبارت ہے۔ اب یہ مستقل حکومت نہیں ہوگی بلکہ اسرائیل کے زیر نگرانی ایک ایسی حکومت ہوگی جس کے سیکیورٹی اور دیگر امور اسرائیل سنبھالے گا۔ فلسطین کی نئی حکومت سیکیورٹی کے لیے پولیس تو رکھ سکے گی مگر فوج رکھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ وہ اس کے مکلف ہوں گے کہ حماس، اسلامی جہاد اور دیگر مسلح تنظیموں کو مکمل طور پر غیر مسلح کر دیں۔ تمام ممالک کے ساتھ ان کی ملنے والی سرحد اسرائیلی فوج تعینات ہوگی۔ اور سرحدوں کی حفاظت اسرائیل کے ذمے ہوگی۔

کچھ مغربی میڈیا کے جانب سے اس حوالے سے شائع ہونے والی رپورٹوں کے مطابق اسرائیل کے مطالبے کے مطابق ٹرمپ نے یہ بھی کہا ہے کہ غزہ سے تمام فلسطینیوں کو سینا بھیجا جائے گا۔ وہاں ان کی رہائش کے لیے گھر تعمیر کیے جائیں گے اور پورا غزہ اسرائیل کو دیا جائے گا۔ ٹرمپ نے یہ بھی کہا کہ فلسطین کی سرزمین پر فلسطینیوں کی دوبارہ آبادکاری کا مسئلہ ہمیشہ کے لیے ختم کیا جائے۔

قارئین کے علم میں ہوگا کہ دنیا کے مختلف حصوں سے لائے جانے والے یہودیوں کی آبادکاری کے لیے غاصب صہیونی حکومت نے فلسطینی مسلمانوں کی بہت سی زمینوں پر قبضہ کر رکھا ہے۔ مسلمانوں کو وہاں سے ہجرت پر مجبور کیا گیا ہے۔ بیرون ممالک کی جانب ہجرت کرنے والے فلسطینی مسلمانوں کی تعداد 7 ملین تک پہنچتی ہے۔ یہ مہاجرین یا ان کے بچے 7 دہائیوں کے بعد بھی اپنی سرزمین کی جانب لوٹنے کی امید پر زندگی گذار رہے ہیں۔ اپنے گھروں کی جانب لوٹنا ان کی سب سے بڑی آرزو ہے۔

اپنے گھروں سے جبراً بے دخل کیے گئے یہ مظلوم فلسطینی اور عرب ممالک سے اپنی

مرضی سے اسرائیل آئے ہوئے یہودیوں کو اب ٹرمپ ایک ہی ترازو سے تول رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں کہ اگر اسرائیل آئے ہوئے یہودی واپس اپنے ملکوں میں جانے کا نام نہیں لے رہے تو فلسطینیوں کو بھی واپسی کا تذکرہ نہیں کرنا چاہیے۔ اور اس سرزمین پر فلسطینیوں کی واپسی کی بات ہمیشہ کے لیے ختم کردی جائے۔ ٹرمپ نے عرب ممالک سے یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ ان یہودیوں کو معاوضہ ادا کریں جو ان کے ممالک سے گئے ہیں اور ان کی جائیدادیں یہاں رہ گئی ہیں۔

مسلمانوں کے لیے امریکا کا انصاف بس یہی ہے؟!

مصر سمیت کئی دیگر عرب ممالک سے آئے ہوئے یہودیوں کے لیے حکومتوں سے معاوضہ مانگ رہا ہے جنہیں کسی نے بھی جبراً بےدخل نہیں کیا۔ نہ کسی نے اپنی زمین چھوڑی ہے۔ مگر صہیونی حکومت نے زبردستی جو زمینیں غصب کی ہیں تو انہیں نہ واپس زمینیں دی جارہی ہیں نہ معاوضے کی بات کی جاتی ہے بلکہ یہ کہا جارہا ہے کہ یہاں واپسی کی بات بھی نہیں کریں گے۔

قیدیوں کے حوالے سے بھی یہ بات کہی گئی کہ فلسطینیوں کے پاس اگر کوئی یہودی قیدی ہوگا تو وہ غیر مشروط طور پر رہا کیا جائے گا مگر اسرائیلی جیلوں جو فلسطینی قید ہیں ان کی رہائی کے لیے ایسی شرائط رکھی گئی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک فلسطینی بھی اسرائیل کی قید سے آزاد نہ ہو۔ مثلاً یہ کہ قتل یا اقدام قتل نہ کیا۔ اسرائیلی فوجیوں، پولیس اور عوام پر حملے نہ کیے ہوں۔ اور نہ دہشت گردوں سے تعلقات کا الزام ہو ان پر۔ اگر کوئی فلسطینی مندرجہ بالا شرائط پر پورا اترتا ہو تو اسے رہا کیا جائے۔ اگر کوئی ایسا نہ ہو تو وہ رہائی کا حق نہیں رکھتا۔ اسرائیلی حکومت چاہے تو اسے چھوڑ سکتا ہے۔

ان شرائط کا مطلب یہ ہے کہ ایک بھی فلسطینی اسرائیل کی جیل سے رہا نہ کیا جائے۔ کیوں کہ اگر کسی کو اسرائیلی جیل میں ڈالا گیا ہے تو اس پر ضرور مذکورہ بالا الزامات میں سے کوئی الزام ہوگا۔ اور کچھ بھی نہ ہو تو دہشت گردوں یعنی حماس سے تعلق کا الزام تو کہیں گیا نہیں۔ اس الزام کے مطابق یروشلم یعنی القدس شہر فلسطینی مسلمانوں اور اسرائیلیوں کے درمیان مشترکہ نہیں بلکہ پورا القدس اسرائیل کے زیر کنٹرول ہوگا۔ شہر سے باہر کفر عقاب اور سہانات کے علاقوں میں مشرقی القدس کا نام دیا جائے گا اور یہی نئے فلسطینی حکومت کا دارالحکومت ہوگا۔

اس معاہدے میں یہ بھی آیا ہے کہ اس منصوبے پر اس وقت عمل درآمد ہوگا جب حالات اسرائیل کے لیے سازگار ہوں گے۔ فلسطینی آئندہ 4 سالوں میں ان تمام شرائط پر عمل کریں اور یہ ثابت کریں کہ اسرائیلی کی سیکیورٹی کو ان کی جانب سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس کے بعد اسرائیلی حکومت فلسطینی حکومت کے دیگر امور کے حوالے سے اقدامات کرے گی۔ پالیسی میں یہ بھی آیا ہے کہ مشرقی بیت المقدس، دره اردن اور فلسطینی زمینوں پر اسرائیلی قصبوں سمیت فلسطینی مسلمانوں سے مقبوضہ تمام علاقے اسرائیل کا الگ نہ ہونے والا جز ہوں گے۔

ٹرمپ کی پالیسی میں یہ بھی آیا ہے کہ فلسطین اور عرب ممالک 1948 میں کی جانے والی غلطی دوبارہ نہیں دہرائیں گے۔ مستقبل فلسطینی ملک کے قیام کے لیے اس آخری تاریخی موقع سے فائدہ اٹھائیں۔ آزاد فلسطینی حکومت کا دارالحکومت مشرقی یروشلم ابودیس ہوگا جہاں امریکا خوشی اور فخر سے اپنا سفارت خانہ کھولے گا۔ فلسطینیوں کے اقتصادی مسائل کے حل کے لیے 50 ارب ڈالر مختص کیے جائیں گے جن میں سے 10 ارب فلسطینی نوجوانوں کو روزمہیا کرنے پر لگائے جائیں گے۔

اس پالیسی کے اعلان کے لیے بلائے گئے اجلاس سے جب ٹرمپ گفتگو کررہے تھے تو اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو بھی موجود تھے۔ اسرائیل کی خوشنودی کے لیے ٹرمپ نے یہ بھی کہا کہ یہ میں ہی ہوں جس نے ایران کے ساتھ ایٹمی پروگرام پر طے ہونے والے معاہدے سے امریکا کو نکالا اور میری کوشش ہے کہ اسرائیل کے تمام دشمنوں کا راستہ روکوں۔ گولان کی پہاڑیوں پر اسرائیل کا قبضہ تسلیم کرلیا اور بیت المقدس بلا شرکت غیرے اسرائیلی دارالحکومت تسلیم کرلیا۔ یہ اسرائیل پر میری کوئی واحد مہربانی نہیں ہے۔ میں تو جیسے ہی اقتدار کو پہنچا اپنا سفارت خانہ تل ابیب سے بیت المقدس منتقل کرنے کا اعلان کردیا۔ ہم چاہتے ہیں کہ انجیل میں یہودیوں کے بیان کردہ تمام مقدسات تک یہودیوں اور مسیحیوں کی دست رسی ممکن ہوجائے۔ ٹرمپ نے یہ بھی کہا کہ امریکا کا کوئی بھی صدر اسرائیل کی حمایت میں اس حد تک نہیں گیا ہوگا جس حد تک میں گیا ہوں۔

اسرائیلی وزیراعظم بن یامین نیتن یاہو نے ٹرمپ کی باتوں پر خوشی کا اظہار کیا۔ اس کی تعریف کی اور کہا کہ ایک 14 مئی 1948 کا مہینہ تھا کہ امریکی صدر اور اسرائیلی وزیراعظم مشترکہ اعلان کیا تھا اور ایک آج 28 جنوری 2020 کا دن ہے کہ میں اور آپ ایک سٹیج سے ایک موضوع پر بات کررہے ہیں۔

محترم صدر! آپ دنیا کے وہ واحد صدر ہیں جس نے تاریخ میں اپنا نام روشن کردیا۔ تاریخ آپ کو ہمیشہ یاد رکھے گی۔ ہمارے باپ دادا کی قبروں تک پہنچنا ہمارے لیے ممکن بنادیا۔ اردن کنارے اور اس کے ساتھ لگے سامریہ کے علاقے پر ہماری حکومت تسلیم کرلی۔ یہ ہماری سیکیورٹی اور تورات میں بیان کردہ ہماری وراثت کے احیاء کے لیے بہت اہم ہے۔

ٹرمپ کی جانب سے صدی کی ڈیل کے نام سے پیش کیے گئے اس معاہدے نے یہ بات واضح کردی کہ کمزور اور طاقتور کے درمیان معاہدہ، وعدہ اور معاہدہ سب فضول باتیں ہیں۔ اصل چیز طاقت ہے یا طاقت کے مقابلے میں اپنی طاقت کا اظہار۔ اچھی بات

یہ ہے کہ اس حوالے سے مسلم رہنماؤں کا موقف ایک ہے۔ فلسطینی رہنماؤں نے عرب ممالک کے رہنماؤں اور دیگر دنیا کے حکمرانوں نے اگر اس حوالے سے اپنے اتحاد کا مظاہرہ کر دیا اور سیاسی لحاظ سے اپنا استحکام برقرار رکھا تو یہ تاریخ میں اپنے لیے بڑا مقام بنالیں گے۔ وگرنہ تاریخ کے بے رحم صفحات انہیں معاف نہیں کریں گے اور آئندہ نسلوں کو وہ سب کچھ بتادیں گے جو اب گذر رہا ہے۔

ویسے تو بہت پہلے 1995 میں امریکی صدر نے بیت المقدس اپنے سفارت خانے کی منتقلی کا فیصلہ کر لیا تھا مگر عملی طور پر ہر امریکی صدر اور قانون بنانے والے اس فیصلے کے عملی نفاذ سے احتراز کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ٹرمپ کے نام سے اسرائیل کا انتہائی قریبی اور بہت ہمدرد شخص امریکی صدر بن گیا۔ اس نے اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی پر مبنی دیگر اقدامات کے ساتھ 6 دسمبر 2017 کو اعلان کیا کہ وہ اپنا سفارت خانہ بیت المقدس منتقل کر لیں گے۔ 14 مئی 2018 کو جب بیت المقدس پر غاصب یہودیوں کے قبضے کو 70 سال پورے ہو رہے تھے اور اسرائیلی حکومت اپنا 70 واں سالگرہ منا رہی تھی تو اسی روز امریکا نے اپنا سفارت خانہ تل ابیب سے بیت المقدس منتقل کر دیا۔ اور دنیا پر یہ واضح کر دیا کہ صرف باتوں کی حد تک نہیں بلکہ امریکا عملی طور پر گریٹر اسرائیل کے قیام کے لیے آمادہ ہے۔ امریکا نے بظاہر ہمیشہ فلسطینی مسلمانوں کے آزاد مملکت کی حمایت کی ہے۔ ہمیشہ بیت المقدس پر اسرائیلی قبضے اور اسے اسرائیلی دارالحکومت کے طور پر تسلیم کرنے سے احتراز کیا۔ اس لیے غاصب اسرائیلی حکومت یہاں تصرفات سے احتراز کرتی رہی۔ ٹرمپ تک تمام امریکی صدور فلسطینیوں اور اسرائیل کے لیے دو مستقل ممالک کے قیام کی حمایت کرتے رہے۔ اس حوالے سے ہر طرح کا تعاون کرنے کی بات کرتے رہے۔

ہر نئے صدر نے اپنے دورے کے اختتام سے قبل آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کی بات کی ہے تو بہت سے لوگوں کا خیال یہ تھا کہ شاید امریکی سربراہی میں مذاکرات کے ذریعے یہ مسئلہ حل ہو جائے اور اس کے ساتھ مشرق وسطی کا تنازعہ بھی کم ہو جائے مگر ٹرمپ کے پہلے اعلانات اور موجودہ اعلان نے امریکا کا اصل چہرہ لوگوں کو دکھا دیا۔ فلسطین کے حوالے سے نفاق کے تمام پردے ان کے چہرے سے ہٹا دیے۔

امریکا دنیا میں خود کو بڑا جمہوری، امن پسند، مذہبی بنیاد پرستی، تعصبات اور شدت پسندی کا مخالف باور کراتا ہے۔ دنیا سے بھی ہمیشہ یہ مطالبہ کرتا ہے کہ بنیاد پرستی اور شدت پسندی کے خاتمے کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔ مگر اس اعلان سے دنیا کے سب سے بڑے دین اسلام کے پیروکاروں کے دل مجروح کر کے امریکا نے اپنا جھوٹ اور منافقت اور بھی عیاں کر دی ہے۔ پوری دنیا پر واضح ہو گیا کہ امریکا خود اپنے ہاتھوں سے مذہبی تعصبات، شدت پسندی اور بنیاد پرستی کو ترقی دیتا ہے اور جان بوجھ کر دنیا کے امن کو خطرے سے دوچار کرنا چاہتا ہے۔

فلسطینی تنازع کے حل کے لیے فلسطینی حکومت اور غاصب اسرائیلی انتظامیہ کے درمیان کئی بار مذاکرات کا سلسلہ بھی شروع ہوا ہے جس کا اب تک کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ مگر جب صہیونی انتظامیہ کے خلاف فلسطینی مسلمانوں کا جہاد کمزور کرنے اور جہاد کی جگہ مذاکرات سے فلسطینیوں کی امیدیں وابستہ کرنے کے لیے مغرب کے خیال میں یہ موثر راستہ ہے اس لیے پورا مغرب اس کا شدید حامی ہے۔ اور وہ ایسے اقدامات کی شدید مخالفت کرتے ہیں جن سے مذاکرات کے نام پر جاری اس کھیل کو نقصان پہنچتا ہے۔

ٹرمپ کا حالیہ اعلان مزید تشویش کا باعث اس لیے ہے کہ یہ ایسے وقت میں کیا جارہا ہے جب عرب دنیا بڑے بڑے بحرانوں میں گری ہوئی ہے۔ شام میں جاری خانہ جنگی، عراق کے خراب حالات، لیبیا کی کمزور انتظامیہ، طوائف الملوکی، یمن میں جاری جنگ، قطر کا مسئلہ، سعودی اور ایران کے درمیان بالادستی کے لیے جاری سرد جنگ، ان سب نے اس خطے کو بہت تباہی اور بحرانی حالات سے دوچار کر دیا ہے۔ پورے مشرق وسطی میں غیروں کی مداخلت اور دست اندازی کے باعث قائم انتشار، فرقہ وارانہ جنگیں اور تعصبات، نظاموں کی تباہی، داخلی خونریز جنگیں اور ان کے نتیجہ آباد شہروں کی تباہی، ملینوں انسانوں کا قتل اور کروڑوں انسانوں کی ہجرت پر مجبور ہونے کے بعد دنیا کے مختلف کونوں میں بڑی مشکلات کا سامنا اور یہاں جاری انتہائی غلط سیاسی سلسلے دنیا بھر کے مسلمانوں کی شدید پریشانی اور غم کا باعث ہو گیا ہے۔ دوسری جانب امریکی صدر کی جانب اس پالیسی کے اعلان نے بلاشبہ ملسمانوں کے غم، پریشانی اور ذہنی کوفت میں اضافے کا باعث بنا ہے۔

اب اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ بیت المقدس سے محبت اور اظہار عقیدت کے ساتھ ساتھ اسلامی دنیا اور خصوصا مشرق وسطی کے ممالک عملی اقدامات بھی کریں۔ ٹرمپ کے فیصلے کے خلاف احتجاج کے ساتھ ساتھ اسلامی دنیا کا آپس میں اتحاد اور دشمنی کے خاتمے کی بھی ضرورت ہے۔ ایران اور سعودی فلسطینی مسئلے کے حل کے لیے اپنے جاری اختلافات اور جاری سرد جنگ ختم کر دیں تاکہ یہ مسئلہ حل ہو جائے۔

فلسطین کا مسئلہ صرف فلسطینیوں کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ پوری ملت اسلامیہ کا مسئلہ ہے۔ اور پوری مسلم ملت کی ذمہ داریاں ہیں اس حوالے سے۔ مگر بدقسمتی سے اسلامی ممالک کے حکام اس حوالے سے اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں کر رہے۔ اس مسئلے کا سارا بوجھ فلسطینی مسلمانوں کے ناتواں کندھوں پر ہے۔ انہوں نے تن تنہا، عددی کمی اور وسائل کی بے سروسامانی کے باوجود بہت طویل جنگ لڑی ہے۔ انہوں نے بہت بڑی قربانیاں دی ہیں۔ اب بھی اگر مسلم ممالک اس حوالے سے اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں کرتے اور مسئلے کے حل کے لیے ضروری اقدامات نہیں کرتے تو یہ اپنے قبلے اور فلسطینی مسلمانوں کی قربانیوں کے ساتھ بہت بڑا دھوکہ ہوگا۔

جنگی جرائم جنوری 2020

سید سعید

رواں سال 3 جنوری کو صوبہ غور کے ضلع شہرک کے علاقے سرگازک کے درہ تخت میں امریکی فوج کے ڈرون حملے میں 2 بچے شہید ہو گئے۔ 4 جنوری کو صوبہ لغمان کے صدر مقام مہترلام کے علاقے باباڈاگ میں دشمن نے خانہ بدوشوں کے کیمپ پر چھاپہ مارا۔ وہاں کئی افراد کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ ایک معمر شخص کو شہید کیا اور تین افراد کو گرفتار کر لیا۔ 8 جنوری کو امریکی اور افغان فورسز نے قندوز کے دارالحکومت کے علاقے چتور قشلاق میں ایک دینی مدرسے پر چھاپہ مارا۔ مدرسے کے 6 طلباء کو شہید، کچھ طلباء اور اساتذہ کو زدوکوب کیا اور ایک استاد سمیت چار طلباء کو حراست میں لیا گیا۔ اسی دن مشترکہ دشمن نے صوبہ لغمان کے ضلع الینگار کے علاقے گوڑگنڈی میں ایک مسجد اور متعدد مکانات تباہ کر دیے۔ جب کہ چھ افراد کو شہید اور متعدد افراد کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اسی طرح صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب کے علاقے بدراب اور سہ پدر میں امریکی اور افغان فورسز نے چھاپے مارے۔ گھروں کے دروازے دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیے اور سمیع اللہ نام کی ایک خاندان کی دو خواتین سمیت تین افراد کو شہید کر دیا گیا۔

9 جنوری کو فراہ کے ضلع پشت کوہ میں سڑک کی مرمت میں مصروف دو افراد امریکی ڈرون حملے میں میں شہید ہو گئے۔ اگلے دن صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی کے علاقے ہزارگان میں ایک کسان اپنی زمین سیراب کر رہا تھا، اُسے امریکی فوج نے ڈرون حملے میں شہید کر دیا۔ اسی طرح صوبہ بدخشاں کے ضلع وردوج کے گاؤں شہدآباد میں افغان فورسز کی فائرنگ سے دو شہری شہید ہو گئے۔ جب کہ صوبہ تخار کے ضلع درقد کے علاقے قرہ تپہ میں امریکی فوج نے عام لوگوں کے گھروں پر بمباری کی، جس سے تین مکانات تباہ، چھ بچے اور خواتین شہید اور پانچ افراد زخمی ہو گئے۔

13 جنوری کو صوبہ فراہ کے ضلع پشت رود کے علاقے شہر کہنہ میں امریکی ڈرون حملے میں ایک شہری شہید ہو گیا۔ 14 جنوری کو امریکی اور افغان فورسز نے صوبہ فراہ کے ضلع پشت کوہ میں تین شہریوں کو شہید کر دیا۔ 15 جنوری کو صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانی کے علاقے 'قبل غو' میں افغان فورسز نے دو شہریوں کو شہید اور ایک کو گرفتار کر لیا۔ اسی دن افغان فورسز نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع چک کے گاؤں گوذہ پر چھاپہ مارا۔ وہاں متعدد افراد کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ گاؤں کے پیش امام کو شہید کر دیا اور دو افراد کو گرفتار کر لیا۔ اسی طرح صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے شورکی میں ایک شہری نماز پڑھنے کے دوران امریکی ڈرون حملے میں شہید ہو گیا۔

17 جنوری کو ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقے تورغر کے شینو میں افغان فورسز نے چھاپے کے دوران متعدد مکانات کو نقصان پہنچایا۔ ایک شخص کو شہید اور ایک شخص کو گرفتار کر لیا۔ جب کہ صوبہ بلخ کے ضلع چمتال کے علاقے نوشہر کے گاؤں علیزی میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک خاتون شہید ہو گئیں۔ اسی طرح صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی کے علاقے شوال ماندہ میں امریکی فوج نے ایک عام گاڑی پر بمباری کر دی، جس میں ایک معصوم بچے سمیت دو افراد شہید ہو گئے۔

19 جنوری کو صوبہ نیمروز کے ضلع دلآرام کے علاقے شاگو میں امریکی ڈرون حملے میں ایک شخص شہید ہو گیا۔ 23 جنوری کو صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین کے علاقے بغشک میں سفاک دشمن کی فائرنگ سے ایک مسجد اور چھ افراد شہید اور زخمی ہو گئے۔ جب کہ امریکی اور افغان فورسز نے صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی کے بازار 'ہیواد' پر چھاپہ مارا۔ وہاں گھر گھر کی تلاشی لی گئی۔ لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور علاقے کا ایک کلینک تباہ کر دیا گیا۔ اسی طرح صوبہ ہلمند کے علاقے واشیر میں امریکی ڈرون حملے میں ایک شہری شہید ہو گیا۔ افغان فورسز نے صوبہ ہرات کے ضلع چشت کے علاقے درہ تخت میں دو شہری مکانات اور ایک مسجد کو مسمار کر دیا۔

24 جنوری کو صوبہ لغمان کے ضلع علی شنگ کے گاؤں 'الوخیل' میں سفاک دشمن نے گھروں کے دروازے دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیے اور دو افراد کو شہید کر دیا۔ امریکی اور افغان فورسز نے صوبہ قندوز کے ضلع خان آباد کے علاقے ایشان توب میں متعدد گھروں کی تلاشی لی۔ لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور مسجد کے دروازے اور کھڑکیاں توڑ دیں اور فرش جلا دیا۔

25 جنوری کو مشترکہ دشمن نے صوبہ ننگرہار کے ضلع غنی خیل کے علاقے مارکو پر چھاپہ مارا۔ تین مکانات اور ایک مدرسے پر بمباری کی گئی۔ لوگوں کو مالی نقصان پہنچایا اور تین افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ صوبہ بلخ کے ضلع بلخ کے علاقے بوکہ میں افغان فورسز کے فضائی حملے میں تین خواتین اور چار بچے شہید ہو گئے۔ متعدد گھروں کو نقصان پہنچایا گیا۔ جب کہ مقامی لوگ سردی کے اس موسم میں نقل مکانی اور کھلے آسمان تلے زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے۔

29 جنوری کو صوبہ زابل کے ضلع سیوری میں امریکی فوج نے ایک مسافر گاڑی پر ڈرون حملہ کیا، جس سے دو لڑکیوں سمیت پانچ شہری شہید ہو گئے۔ صوبہ ہلمند کے ضلع نوزاد کے علاقے برنوزاد میں امریکی ڈرون حملے میں ایک کسان شہید ہو گیا۔ صوبہ فراہ کے ضلع بالا بلوک کے علاقے 'سی جوئی' میں ڈرون حملے میں ایک شہری شہید ہو گیا۔ صوبہ بلخ کے ضلع چہار بولک کے علاقے زیگ زیگ میں امریکی ڈرون حملے میں ایک شہری شہید ہو گیا۔

30 جنوری کو صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک کے صحرا میں امریکی فوج کے ڈرون حملے میں ایک سفید ریش شخص شہید ہو گیا۔ اسی طرح اسی رات اس علاقے میں ڈرون حملے میں ایک شہری شہید ہوا تھا۔ صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب کے بازار میں افغان فورسز نے ارشاد نامی ایک مستری کو شہید کر دیا۔ صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے آدم خان میں امریکی ڈرون حملے میں تین افراد شہید ہو گئے۔ سفاک دشمن نے صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی کے علاقے مسلم بازار اور شوال ماندہ میں دو افراد کو شہید اور دو کو گرفتار کر لیا۔ صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے شورہ دشت میں امریکی ڈرون حملے میں پانچ سالہ بچہ شہید ہو گیا۔

31 جنوری کو افغان فورسز نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع چک کے علاقے خوات درہ کے گاؤں 'کولک' میں موجود ایک مسجد کو شہید اور دو افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ امریکی فوج نے صوبہ قندوز کے ضلع دشت آرچی کے مضافات میں ایک عام گاڑی پر ڈرون حملہ کیا، جس سے ایک خاندان کے 7 افراد شہید ہو گئے۔ صوبہ بادغیس کے ضلع مقر کے گاؤں نوآباد میں امریکی ڈرون حملے میں ایک خاتون اپنے دو بچوں سمیت شہید ہو گئیں۔

ذرائع: "بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیا اور دیگر ویب سائٹس۔

افغانستان جنوری 2020 میں

احمد فارسی

(نوٹ: یہ تحریر ان واقعات اور نقصانات پر مشتمل ہے۔ جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار کے لیے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں۔)

مجاہدین نے نئے سال کے پہلے مہینے میں عسکری محاذ پر بہت کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اس ماہ دشمن نے متعدد ٹھکانوں اور چوکیوں سے پسپائی اختیار کی ہے۔ علاوہ ازین دشمن کے مختلف طیارے مار گرائے گئے ہیں۔ نیز بڑی تعداد میں مسلح اہل کار دشمن کی صف سے نکل کر مجاہدین کی صف میں شامل ہو گئے ہیں۔

غیر ملکی فوج کو پہنچنے والے نقصانات:

جنوری دشمن کے لیے سب سے مشکل مہینہ تھا۔ اس دوران متعدد امریکی اہل کار مختلف واقعات میں ہلاک ہوئے۔ 8 جنوری کو صوبہ قندوز کے ضلع خان آباد میں دو امریکی مارے گئے۔ مجاہدین نے 10 جنوری کو صوبہ پکتیکا کے ضلع زیڑوک میں امریکی فوج کا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا، جس میں عملے سمیت تمام اہل کار ہلاک ہو گئے۔ 11 جنوری کو صوبہ قندھار کے ضلع شین ڈنڈ میں ایک امریکی ٹینک بارودی سرنگ سے ٹکرا گیا، جس میں سوار تمام اہل کار ہلاک ہو گئے۔ جب کہ نیٹو کے دفتر سے جاری ایک بیان میں صرف دو فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا گیا۔

18 جنوری کو صوبہ اروزگان کے وسطی ضلع میں 8 امریکی مارے گئے۔ 27 جنوری کو صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک میں دشمن کا ایک بڑا طیارہ گر کر تباہ ہو گیا، جس میں عملے سمیت سوار سی آئی اے کے تمام اہم ارکان ہلاک ہو گئے۔

کابل انتظامیہ کے نقصانات:

جنگ کے دوران، خاص طور پر مجاہدین کے حملوں میں دشمن کو روزانہ کی بنیاد پر نقصان ہوتا ہے۔ جن علاقوں اور مراکز سے دشمن پسپا ہوتا ہے تو دشمن کے روزانہ متعدد اہل کار ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ہمارے پاس دشمن کی ہلاکتوں کی درست تعداد موجود نہیں ہے۔ درج ذیل سطور میں چند اہم واقعات بطور مثال پیش ہیں:

8 جنوری کو صوبہ فراہ کے وسطی ضلع میں دشمن کا ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہو گیا، جس میں دو پائلٹ ہلاک ہو گئے۔ اسی دن صوبہ پکتیکا کے ضلع گرویز کے قریب بھی دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہو گیا، جس میں صوبائی پولیس چیف سمیت متعدد افراد زخمی ہو گئے۔ 22 جنوری کو ہلمند میں قومی سلامتی کا ایک اہل کار ہلاک ہو گیا۔ علاوہ ازیں صوبہ ہلمند میں مختلف واقعات رونما ہوئے۔ 25 جنوری کو ضلع نگی میں دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر گرا دیا گیا۔ اسی طرح مجاہدین نے 24 اور 25 جنوری کو ہلمند میں دشمن کے دو جاسوس طیارے مار گرانے کی خبر شائع دی۔ 27 جنوری کو پکتیکا میں دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا گیا۔ 28 جنوری کو مجاہدین نے کابل میں صوبہ زابل کے اربکی ملیشیا کے کمانڈر کو نشانہ بنایا۔ مجاہدین نے 30 جنوری کو صوبہ قندوز کے ہوائی اڈے پر حملہ کیا، جس میں دشمن کے دو طیارے تباہ ہو گئے۔

نہتے شہریوں کے نقصانات:

جنوری میں ایک طرف سے مجاہدین کی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا، دوسری طرف بزدل دشمن کی ظالمانہ کارروائیوں میں عام شہریوں کو بھی بڑے پیمانے پر نقصان ہوا۔ 15 جنوری کو بین الاقوامی انسانی حقوق کے ادارے نے اعلان کیا کہ امریکا نے افغانستان میں گزشتہ نو ماہ کے دوران کم سے کم 8 ہزار فضائی حملے کیے ہیں۔ پوری دنیا اور خصوصاً افغان عوام بخوبی جانتے ہیں کہ دشمن کی ان ظالمانہ کارروائیوں میں سب سے زیادہ عام شہری متاثر ہو رہے ہیں۔

امریکی فوج نے 9 جنوری کو قندوز شہر کے قریب ایک دینی مدرسے پر فضائی حملہ کیا، جس میں مدرسے کے 6 طلباء شہید ہو گئے۔ 10 جنوری کو میڈیا نے خبر شائع کی کہ صوبہ تخار کے ضلع درقد میں امریکی ڈرون حملے میں ایک خاندان کے 11 افراد شہید ہو گئے۔ 15 جنوری کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک خاتون شہید ہو گئیں۔ امریکی فوج نے 18 جنوری کو صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانی میں ایک مکان پر ڈرون حملہ کیا، جس میں دو بھائیوں سمیت چار افراد شہید ہو گئے۔ 26 جنوری کو شمالی صوبہ بلخ کے ضلع خاص بلخ میں دشمن کے

فضائی حملے میں ایک خاندان نے 7 جانیں گنوادیں۔ اسی ماہ کے آخر میں صوبہ بادغیس کے ضلع مقر میں ایک ماں اور اس کے دو بچے شہید کر دیے گئے۔

مزید معلومات کے لیے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ وزٹ کیجیے۔

سرنڈر ہونا:

30 افغان فوجیوں نے 8 جنوری کو صوبہ بغلان میں ہتھیار ڈال کر مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہونے کا اعلان کیا۔ جب کہ اس سے قبل دسمبر میں بھی مجاہدین نے 932 اہل کاروں کے ہتھیار ڈالنے کی خبر شائع دی تھی۔ 18 جنوری کو صوبہ زابل کے ضلع ارغنداب میں 16 اہل کار سرنڈر ہونے کا اعلان کرتے ہوئے مجاہدین کی صف میں شامل ہوگئے۔ 20 جنوری کو صوبہ بدخشان اور بغلان میں 32 لیویز اور پولیس اہل کار دشمن کی صف سے الگ ہوگئے۔ اسی طرح 23 دسمبر کو صوبہ تخار اور بغلان میں مزدور انتظامیہ کے 23 اہل کار مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہوگئے تھے۔ 26 جنوری کو صوبہ بغلان میں مزید 9 فوجی سرنڈر ہوگئے۔ جنوری میں مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے والے اہل کاروں کی تعداد امارت اسلامیہ کی طرف سے ایک خصوصی رپورٹ میں شائع کی جائے گی۔

قیدیوں پر تشدد:

کابل انتظامیہ کے ماتحت انسانی حقوق کے ادارے کے سابق سربراہ اور وزیر انسانی حقوق سیما ثمر نے 4 جنوری کو کہا کہ سرکاری اور نجی جیلوں میں نظر بند افراد کو تمام قومی اور بین الاقوامی حقوق کے خلاف تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ جارحیت کے آغاز سے اب تک قیدیوں پر بہیمانہ تشدد کا سلسلہ جاری ہے۔ کسی نے بھی اس معاملے پر غور کیا اور نہ ہی آواز اٹھائی ہے۔ کسی نے اس ظلم کی روک تھام کی ذمہ داری ادا نہیں کی ہے۔

جیل سے فرار:

مجاہدین نے 13 جنوری کو خبر دی کہ صوبہ پکتیا کے دارالحکومت گردیز میں 23 مجاہدین جیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ ماضی میں بھی مختلف حربوں کے ذریعے دشمن کی جیلوں سے قیدی فرار ہوتے رہے ہیں۔

الفتح آپریشن:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے الفتح آپریشن کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ اس سلسلے میں 5 جنوری کو قندھار کے ضلع خاکریز میں مجاہدین کی کارروائیوں اور کار بم دھماکے میں دشمن کا ایک فوجی بیس مکمل طور پر تباہ ہوگیا۔ وہاں موجود تمام اہل کار مارے گئے۔ 8 جنوری کو صوبہ فراہ میں دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہوگیا، جس میں دو پائلٹ ہلاک ہوگئے۔ اسی دن صوبہ پکتیا میں ایک اور ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہوگیا، جس میں پولیس چیف سمیت متعدد پولیس اہل کار زخمی ہوگئے۔

18 جنوری کو صوبہ زابل کے ضلع ارغنداب میں 16 افغان فوجیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ جب کہ ضلعی عمارت پر مجاہدین نے سفید پرچم لہرا دیا۔ مجاہدین نے 26 جنوری کو صوبہ ہلمند کے ضلع نکلی میں دشمن کے 6 فوجی اڈے اور 20 چوکیاں فتح کرنے کا اعلان کیا۔ 27 جنوری کو دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہوگیا، جب کہ صوبہ تخار کے ضلع نمک آب میں بھی دشمن کی پانچ چوکیاں فتح کرنے کا اعلان شامل تھا۔ مجاہدین نے 28 جنوری کو بغلان کے ضلع پل خمری میں ایک فوجی بیس فتح کر کے 17 پولیس اہل کاروں کو ہلاک کر دیا۔ اگلے روز زابل میں ایک واقعہ پیش آیا، جہاں مجاہدین نے ایک مرکز پر قبضہ کر کے 35 فوجی ہلاک کر دیے۔ 30 جنوری کو قندوز ایئرپورٹ پر مجاہدین کے حملے میں دشمن کے دو طیارے تباہ ہوگئے۔

ملک پر ڈاکوؤں کا راج:

سیگار ادارے نے 31 جنوری کو رپورٹ شائع کی کہ 55 فیصد افغان عوام غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جب کہ یہاں قومی اور بین الاقوامی ڈاکو ہر ماہ لاکھوں ڈالر لوٹ رہے ہیں۔ وہ غیر ملکی بینکوں میں اپنا بیلنس بڑھا رہے ہیں۔ غریب لوگ ابھی تک اناج اور رہائش جیسے بنیادی حقوق سے بھی محروم ہیں۔ کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی نے نام نہاد صدارتی الیکشن سے قبل انتخابی مہم کے دوران عوام سے معیشت کو مضبوط کرنے کا جھوٹا وعدہ کیا تھا۔ عوام کی زندگی دن بدن مشکل ہوتی جا رہی ہے۔ ملک بھر کے عوام مشکلات سے دوچار ہیں۔ چند افراد کے علاوہ عام لوگ غریب اور مختلف مشکلات کا شکار ہیں۔

ماہ جنوری 2020 میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کی ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندھار	78		0		141	27	24	0	0	1
2-	ہلمند	193		0		182	189	25	1	7	
3-	زابل	5		0		4	0	4	0	0	
4-	روزگان	59		6		124	34	6	1	2	
5-	ہرات	53		0		41	43	9	1	2	
6-	فراہ	28		0		12	2	1	2	0	
7-	بادغیس	19		0		18	15	1		1	
8-	نیمروز	21		0		14	4	1	0	0	
9-	غور	6		0		15	13	4	0	0	
10-	فاریاب	36		0		46	46	11	0	1	
11-	کونڑ	9		0		2	10	0	0	0	
12-	نورستان										
13-	غزنی	25		2		39	15	5	0	0	
14-	خوست	13		0		10	9	4	0	0	
15-	میدان وردگ	6		0		4	2	1	0	0	
16-	لوگر	3		0		1	4	0	0	0	
17-	کاپیسا	20		0		35	11	2	0	0	
18-	پکتیا	21		0		19	9	0	0	0	
19-	پکتیکا	5		4		0	1	1	1	0	
20-	ننگرہار	25		0		42	59	8	0	0	
21-	لغمان	29		0		33	41	11	0	0	
22-	کابل	14		0		15	5	4	0	0	
23-	پروان	6		0		2	2	0	0	0	
24-	قندوز	41		5	3	152	58	22	1	0	
25-	بغلان	25		0		42	39	18	0	0	
26-	تخار	9		0		36	34	8	0	0	
27-	سمنگان	1		0		0	7	0	0	0	
28-	بدخشان	4		0		5	7	1	0	0	
29-	جوزجان	7		0		12	13	2	0	0	
30-	بلخ	73		1		160	110	16	0	0	
31-	بامیان	0									
32-	سرپل	19		0		25	42	2	0	0	
33-	دایکنڈی	0									
34-	پنجشیر	0									
مجموعہ		853	0	18	3	1231	851	191	7	13	1

فرمان امیر المؤمنین

شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

افغانستان سے تمام بیرونی افواج کا مکمل انخلا اور مستقبل میں ہر قسم کی عدم مداخلت کی یقین دہانی ایک عظیم کامیابی ہے۔

امارت اسلامیہ اس عظیم کامیابی کی مناسبت سے عوام کے مختلف طبقات، خاص کر مجاہدین، شہداء کے خاندانوں، قیدیوں، زخمیوں، معذوروں، مہاجرین اور تمام ملت کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتی ہے اور اس عظیم فتح کو اللہ تعالی کی نصرت، مجاہدین کی قربانیوں، اپنی ملت کے اخلاص، جدوجہد، تھکاوٹ اور قربانیوں کا نتیجہ سمجھتی ہے۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

شیراٹن ہوٹل تک کا کٹھن راستہ ۔۔۔ صفحہ ۳۲